پاپولر میرٹھی





ڈبل رول

اُردو میں مزاحیہ شاعری کی صنف جتنی دلکش اور مقبول صنف ہے اتنا ہی اس شاعری کی تخلیق مشکل ہے یہی سبب ہے کہ جہاں اردو میں شعراء کی تعداد ہزاروں تک بلکہ ہزاروں سے زیادہ تک پہنچتی ہے۔ مزاحیہ اور طنزیہ شعرا کی تعداد بہت کم ہے اور اس تعداد میں سے ساقط المعیار مزاحیہ نگار شعراء کو منفی کردیا جائے تو قابلِ قدر طنز و مزاح نگار شعرا کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔

[illegible] پر گنی جانے والی تعداد کو ہم کتنا ہی مختصر کیوں [illegible] میر[illegible]ٹھی صاحب کے نام کو ہم نظر انداز نہیں [illegible]ری مزاح نگاری کا راستہ پھکڑپن اور دلآزاری سے بہت او[illegible] کر گزرتا ہے دور یہ ایک مشکل منزل ہے جس سے ہر مزاح نگار شاعر نہیں گزر سکتا۔ اور پاپولر میرٹھی صاحب اس منزل کو انتہائی خوبصورتی اور کامیابی سے طے کرتے ہیں۔ وہ اپنی اس دلکش شاعری کو انفرادی امور ہی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ وہ ملکی اور سماجی مسائل کو بھی اپنے احاطہ تح[illegible]یہ میں لاتے ہیں اور اس خوبصورتی کے ساتھ کہ ان کی مزاحیہ شاعری اور سچی معیاری شاعری میں حدِ فاصل کھینچنا دشوار ہو جاتا ہے۔

پاپولر میرٹھی صاحب کی مزاحیہ شاعری معیاری مزاحیہ شاعری کی ایک خوبصورت اور دلکش مثال ہے جس پر ہم اردو کے تمام شعراء فخر کرتے ہیں۔

جگن ناتھ آزاد

31/مارچ 2000ء

(کراچی سے دلی آتے وقت)

رقم

محترم جناب سید مصطفیٰ کمال صاحب

کی خدمت میں

ہدیۂ خلوص

نیاز مند

اعجاز بابوکر

۲۵ جولائی ۲۰۰۶ء

حیدرآباد

ڈبل رول

پاپولر میرٹھی

نام کتاب	:	ڈبل رول (طنزیہ مزاحیہ شعری)
مصنف	:	سید اعجاز الدین پاپولر میرٹھی
قیمت	:	ایک سو پچاس روپے
بیرون ملک قیمت	:	10 امریکن ڈالر
سن اشاعت	:	2002ء
کمپوزنگ	:	رہبر کمپیوٹرز، ۲۹۳۶، کلاں مسجد، ترکمان گیٹ، دہلی۔۶
پرنٹر	:	رہبر آفسیٹ پرنٹرز، گلی قطب الدین، دہلی۔۶
پبلشر	:	مصیب الرحمٰن، دوحہ قطر

:-ملنے کے پتے:-

❖ رہبر کارنر۔2936، کلاں مسجد، ترکمان گیٹ، دہلی۔6
❖ کتاب والا۔2794 گلی جھوت والی، پہاڑی بھوجلہ، دہلی۔6
❖ اہلووالیہ بک ڈپو، نیو روہتک روڈ، نئی دہلی
❖ موڈرن پبلشنگ ہاؤس، گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی۔2
❖ ملک نیوز ایجنسی، دوبئی (یو۔اے۔ای)

زیر اہتمام ______ کفایت دہلوی

DOUBLE ROLL(Poetry)
By.: POPULER MEERUTHI

Rs.:150/-
$.: 10/-

انتساب

ادبی اور ثقافتی قدروں
کے محافظ
جناب ملک مصیب الرحمٰن ابن الحبیب الحقر
کے نام

پاپوڑ میرٹھی

ڈاکٹر خالد حسین خاں
صدر شعبۂ اردو میرٹھ یونیوسٹی

پاپولر میرٹھی میری نظر میں

قرطاس و قلم کی سلطنت میں یوں تو بہت سے ادیب و شاعر ایسے گذرے ہیں جنھوں نے اپنے کام اور نام کے وسیلے سے شہرت دوام اور مقبولیت عوام پائی، اور وہ حقیقتاً ہمارے محسنین ادب اور اکابرین فن کے زمرے میں شمار کیے جاتے ہیں، ان سر برآوردہ ہستیوں کو یہ تاریخی امتیازات اور لافانی اعزازات کبھی انداز بیان، کبھی اجتہاد، کبھی نئی اصناف کی تلاش کے حوالے سے ملے تو کبھی ان کی زبان دانی اور ہمہ دانی رنگ لائی، کبھی ذرائع ابلاغ اور کبھی احباب و ناقدوں کی نوازش ہائے پیہم کے ذریعے، ان کی شہرت آسمانی وسعتوں کو چھونے لگی۔ لیکن پاپولر میرٹھی نے یہ مقام، یہ مرتبہ، یہ شہرت اور یہ مقبولیت، زندگی اور اس سے وابستہ انسانوں سے والہانہ عشق اور بطور خاص، طنزیہ و مزاحیہ شاعری نیز عالمی مشاعروں میں شمولیت کے وسیلے سے حاصل کی! امریکہ، مڈل ایسٹ، پاک و ہند اور سعودی عربیہ کے اہم مشاعرے پاپولر میرٹھی کی شرکت کے بغیر سونے اور ادبی قہقہوں سے محروم ہی نہیں، اکثر ناکام بھی رہتے ہیں!!

پاپولر میرٹھی کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ انہوں نے، اپنے وطن میرٹھ اور اردو طنز و مزاح کو اپنی شاعری کے حوالے سے، پوری دنیا میں مقبول و متعارف کرایا ہے۔

بہر نوع! جس طرح ارض میرٹھ نے ماضی میں احمق پھپھوندوی (میرٹھی) اور بوم میرٹھی جیسے باکمال شاعر اہل اردو کو دیئے، اسی طرح عصرِ رواں میں پاپولر میرٹھی جیسے عالمی مزاح نگار شاعر سے اردو قارئین کو

روشناس کیا۔

پاپولر میرٹھی کی ولادت اسی تاریخ ساز شہر میرٹھ میں ہوئی والدین نے سید اعجاز الدین شاہ نام تجویز کیا، جملہ تعلیمی مراحل بھی میرٹھ میں سر کئے، پاپولر میرٹھی نے شاعری کی ابتدا اگرچہ غزل گوئی سے کی اور کچھ عرصہ تک وہ اسی دوشیزہ غزل کی زلف گرہ گیر کے اسیر و قتیل بھی رہے تاہم جلد ہی انہوں نے توبہ شکن غزل کے حلقہ زنجیر کو موئے آتش دیدہ سمجھ کر، طنز و ظرافت کے نخلستان میں پناہ لی، اور اس کے رنگین بلکہ سنگین دامن دل نشین کو پوری طرح تھام کر اپنی پوری تب و تاب اور تمام جست و خیز اسمیں لگادی! اور وہ رُبع صدی سے ہمہ اوقات اسی وادی طنز و مزاح کی سیاحی ہی نہیں غواصی بھی کر رہے ہیں۔

مرزا غالب نے صدیوں پہلے کہا تھا۔

"آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا"

مرزا غالبؔ کے اسی "انسان" کی عظمت و رفعت کے حوالے سے اگر ہم پاپولر میرٹھی کی شخصیت و سیرت کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو وہ غالب کے "انسان" کی مکمل تفسیر نظر آتے ہیں یعنی مجسم شرافت، سراپا محبت کے پیکر بشری (جو اردو کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں، سید اعجاز الدین شاہ، "پاپولر میرٹھی" کے نام سے مقبول ہیں) انسانیت، شرافت اور خلوص کے عناصر ثلاثہ کی خوبیاں ان کی وضعداری کا نمایاں وصف ہے، لطف یہ کہ پاپولر میرٹھی کے یہاں یہ وضعداری، یہ خلوص، یہ انکساری اور یہ احترام، بلا تخصیص مذہب و مسلک، خوردوں، بزرگوں اور اپنے ہم مشربوں کے یہاں یکساں نظر آتا ہے! ان کی بے ریا اور بے لوث شخصیت نہ صرف اپنے حلیفوں، بلکہ ادبی حریفوں کے معاملے میں بھی ایک جیسی ہے۔ ان کا دل گداختہ سب کے لئے جذبہ خیر سگالی رکھتا ہے!

پاپولر میرٹھی کو میں گذشتہ رُبع صدی سے جانتا ہوں۔ پاپولر میرٹھی اپنی دلکش، مقبول اور منفرد شاعری کے طفیل نہ صرف میرٹھ بلکہ تمام دنیا میں ایک

جانا پہچانا نام بن چکا ہے۔ راقم السطور کا تقرر بحیثیت اردو لکچرر، میرٹھ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں ۱۹۷۵ء میں ہوا تو میں سید اعجاز الدین شاہ اور پاپولر میرٹھی، دونوں سے بخوبی واقف ہوا۔ پاپولر میرٹھی کو قریب سے دیکھنے اور پرکھنے پر ان کی مختلف خوابیدہ صلاحیتوں کا بھی عرفان ہوا۔ یہ بحیثیت شاگرد بے حد سنجیدہ، مہذب اور شائستہ رہے وہیں طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں خوب سے خوب تر کی تلاش و جستجو میں بھی مصروف عمل رہے ہیں۔

سید اعجاز الدین شاہ، تین لفظوں کا مرکب ہیں یعنی ان کی سرشت میں، سیدوں کی پاکیزگی و شرافت، اعجاز کے جادوئی اثر سے مقناطیسی کشش اور شاہ کی نسبت سے شاہوں جیسی خسروانہ صفات سے ان کی پوری شخصیت عبارت ہے اور اس پر مستزاد ان کا تخلص! پاپولر میرٹھی کو میں نے کبھی مشتعل، آگ بگولہ یا جذباتی ہوتے نہیں دیکھا۔ یوں سمجھئے کہ جس طرح دودھ میں شکر گھل کر اُسے شیرینی عطا کرتی ہے، اسی طرح پاپولر میرٹھی کے پیکر میں خلوص کی چاشنی اور محبت کی خوشبو باہم شیر و شکر ہو گئی ہے!!

پاپولر میرٹھی مکھن کی طرح ملائم ہیں، یہ شاخ ثمر کی طرح سرنگوں اور پھولوں سے لدی ٹہنی کی مانند سدا خمیدہ نظر آتے ہیں۔ مسکین چہرہ، حیران آنکھیں، چوڑی پیشانی نیز دانتوں کی ساخت میں تبسم زیر لب کی کیفیت اور شوخی و ظرافت کی سحریت، سرخ و سفید رنگ، پاپولر کی اپنی چیزیں ہیں۔ یہ بذات خود جتنے ٹھنڈے، ملائم اور معصوم صورت ہیں، ان کی ظریفانہ شاعری اتنی ہی گرم، کرکری اور کراری ہے!

فضل ربی سے ان کی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کی روشنی جنگل کی آگ کی طرح چہار دانگِ عالم میں پھیل گئی ہے۔ گرچہ انہوں نے مشاعروں کی صدارت ہنوز نہیں کی ہے تاہم اکثر مشاعروں میں شاعروں کی درگت اور ناظم مشاعرہ کی حرمت کو اپنی مزاحیہ پھول جھڑیوں سے عوام کے عتاب اور عذاب سے بچا کر بادشاہت ضرور کی ہے!

پاپولر میرٹھی کا خاندانی پس منظر بھی بہت شاندار ہے ان کے والد محترم سید نظام الدین شاہ، میرٹھ کے اہل ثروت اور ذی جاہ لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے مرحوم کو جہاں مکانات تعمیر کروانے کا بے پناہ شوق تھا وہیں ان کا ادبی ذوق بھی بہت بلند تھا۔ شعر و مشاعری کے یہ رسیا تھے اپنی رہائش گاہ پر عموماً مشاعروں کی باقاعدہ محفلیں منعقد کرتے تھے، خصوصاً نظام پارک میں وسیع پیمانے پر کل ہند مشاعرے کرواتے تھے۔ پاپولر میرٹھی نے اوائل عمری سے ہی شعرا کی یہ محفلیں اپنے مکان پر آراستہ دیکھیں اور سنیں۔ عہد طفلی سے عہد شعور تک ان نجی مشاعروں میں پاپولر میرٹھی اپنے والد کے ساتھ ہمیشہ شریک رہے۔ یہی ادبی محفلیں ان کی شاعری کی اولیں درسگاہ ہیں۔ گویا، ان معنوں میں پاپولر میرٹھی مادرزاد شاعر نہ سہی، خانہ زاد شاعر ضرور کہے جاسکتے ہیں!

پاپولر میرٹھی کی شادی ۲۹/مارچ ۹۳ء سہارنپور میں ہوئی۔ ان کی ''نصف بہتر'' کا نام سیدہ راشدہ ہے۔ پاپولر تین پھول جیسے بچوں، سید احمد شاہ اور سیدہ عاتکہ اور ادنیہ کے والد بھی ہیں۔

پاپولر میرٹھی کی ہمشیرہ، اردو کے مشہور شاعر، اسمٰعیل میرٹھی کے نبیرہ مسمی سید وزیر احمد رزاقی سے منسوب ہیں، جو کراچی کے گلشن کالج میں شعبہ کامرس سے منسلک ہیں اور سید وزیر احمد رزاقی کی ہمشیرہ بیگم روش صدیقی ہیں گویا، ''ایں خانہ تمام آفتاب است'' والی کیفیت ہے!

جس طرح آفتاب کی شعاعوں، ماہتاب کی کرنوں، شفق کی رنگینیوں، بادِ نسیم کی اٹھکھیلیوں، گلاب کی عطر بیزیوں اور سمندر کی لہروں کو لفظی پیراہن میں مقید نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح پاپولر میرٹھی کی شخصیت و سیرت کی تمام خوبیوں نیز ان کے جملہ محاسن شعری کو مکمل طور پر تحریری گرفت میں نہیں لایا جاسکتا، ہاں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ان کے سامنے ایک وسیع جولان گاہ ہے جس میں یہ حسب توفیق اور حسب استعداد کمال حاصل کرسکتے ہیں۔

پاپولر میرٹھی اپنے تخلص کی تشریح کے ساتھ ساتھ اس کا آپریشن

کرتے ہوئے یوں نغمہ بار ہیں:۔

-: آپریشن :-

پاپولر میرٹھی میرا تخلص ہے یہی اعجاز ہے
میرا جو بھی شعر ہے دنیا میں سرافراز ہے
آپریشن خوب ہی مضمون کے کرتا ہوں میں
ذہن میرا نوکِ نشتر کی طرح ممتاز ہے

پاپولر میرٹھی کے مزاحیہ اشعار، منظومات، قطعات، تحریف نگاری اور تضمین نگاری میں تفکر کی دھوپ، غور وخوض کے سائے، تجربات کی گرمی، مفہوم کی نرمی، لہجے کی شوخی، مشاہدے کی خنکی، مضمون کی طرفگی، لفظوں کا قرینہ، واقعات کا خزینہ اور عصری مسائل و معاملات اور حیاتِ انسانی کا سلیقہ پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہے! بطور مثال ان کے یہ قطعات دیکھیے:۔

اس مرتبہ بھی آئے ہیں نمبر تیرے تو کم
رسوائیوں کا کیا میری دفتر بنے گا تو
بیٹے کے سر پہ دیکے چپت باپ نے کہا
پھر فیل ہوگیا ہے منسٹر بنے گا تو

-: سیلاب بلا :-

اس گرانی میں میرے ساتھ ہیں بارہ بچے
ٹھوکریں کھائے گا یہ قافلہ کیا میرے بعد
میری بیگم نے کبھی یہ نہیں سوچا آخر
"کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد"

پاپولر میرٹھی نے اپنی دل آسا و دل نشیں شاعری میں اکثر و بیشتر ایسے شعری شرارے بھی بکھیرے ہیں، جو شعلے بن کر ہمارے دلوں کو حرارت،

ذہنوں کو لطافت اور وجود کو تمازت بخشتے ہیں۔ چونکہ طنز ان کے یہاں حرارت قلبی کے مرادف ہے اسی سبب یہ "آہ" کو "واہ" میں بدلنے کے رمز آشنا ہیں یعنی اپنی شگفتہ و شیریں شاعری سے سامعین کو یہ پہلے رلاتے ہیں، اس کے بعد ہنساتے ہیں تاہم لطف یہ کہ سلاتے نہیں! بطور نمونہ یہ شعر دیکھئے:۔

یارو کہیں کا بھی مجھے رکھا نہ حرص نے
ہر وقت روتا رہتا ہوں نور نظر کو میں
بیٹے کی جان جائیگی، بچ جائے گی بہو
"یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں"

-: شادی :-

شادی ہوگئی تو دلھن گھر میں آئے گی
بربادی حیات کا سامان کئے ہوئے
اس سے تو یہ بھلا ہے کہ ہم یونہی پاپولر
"بیٹھیں رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے"

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ طنز و مزاح کا راستہ "پل صراط" سے کم خطرناک نہیں، اس راہ کے راہی کے پیروں میں ذرا سی لغزش ہوئی اور اس کا مقدر، قعر مذلت بنا۔ اسی لئے طنز و طرافت کا فن ہر کس و ناکس کے بس کا یارا نہیں! اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں شاعر کو سنجیدہ غزل جیسی آزادی میسر نہیں۔ اس وادیٔ سنگ لاخ میں قدم رکھنے والے غیر معمولی ذہانت، فطانت، بصیرت و بصارت، دانشورانہ مہارت اور شگفتہ مزاج فنکار ہی ہو سکتے ہیں اور ان کو ہی قبول عام کی سند عوام کی بارگاہ سے ملتی ہے، اس کے باوصف، شاعری، خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو، محض علم کے بل بوتے پر نہیں کی جاسکتی اس میں "خبر" سے کہیں زیادہ "نظر"۔ "علم" سے زیادہ "عمل" اور "جوش" سے زیادہ "ہوش" کی ضرورت ہوتی ہے پاپولر میرٹھی نے ان تمام امور پر پوری

طرح عمل کیا ہے یعنی یہ اپنے ماحول و معاملات، معاشرت و معیشت اور مسائل زیست کی تمام جزئیات کا اپنے گوشہ چشم سے جس طرح احاطہ کرتے ہیں وہ حیرت انگیز ہے۔ منصور، سرمد اور سقراط کی طرح یہ بھی کسی فرد، کسی قوم، کسی ملک، کسی معاشرہ، کسی واقعہ اور کسی معاملہ سے کبھی مفاہمت نہیں کرتے، جیسا دیکھتے ہیں اور جو حق سمجھتے ہیں اس کا برملا اظہار اپنے شعروں میں کر دیتے ہیں۔

ان کی ایک نظم "اُمیدوار میں بھی ہوں" کے چند بند ملاحظہ ہوں۔

میں بیقرار ہوں مدت سے ممبری کے لئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے
میں ایک عمر سے ہوں مفلسی کی چادر میں
نہیں ہے روکھی بھی روٹی مرے مقدر میں
میرا سفینہ ہے آلام کے سمندر میں
میں ایک بوجھ ہوں خود اپنی فیملی کے لئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے

x-x-x

ٹکٹ کے واسطے غیرت بھی بیچ سکتا ہوں
میں خاندان کی عزت بھی بیچ سکتا ہوں
بکے تو اپنی شرافت بھی بیچ سکتا ہوں
مجھے سکون ہے درکار زندگی کے لئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے

x-x-x

فریب دینے کی فطرت کوئی حرام نہیں
میری نگاہ میں رشوت کوئی حرام نہیں
رقم ملے کسی صورت کوئی حرام نہیں
بہت ضروری ہے رشوت یوں آدمی کے لئے

ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے

x-x-x

کسی کا بھی ہو عبادت کدہ میں ڈھادوں گا
جہاں بھی ہوگی عمارت کھنڈر بنادوں گا
میں جھگڑا مندرومسجد کا بھی مٹا دوں گا
میں ایکتا کا پجاری ہوں ہر کسی کے لئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے

x-x-x

وہ سکھ ہو ہندو مسلمان یا ہوعیسائی
مری نظر میں سب ایسے ہیں جس طرح بھائی
اگر کسی پہ کسی قسم کی بلا آئی
میں خیر خواہ نظر آؤں گا سبھی کے لئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے

x-x-x

ہنرؔ پرستؔ ہوں ہرؔ صاحب ہنر کی قسم
فراقؔ وجوشؔ کی اصغرؔ کی اور جگرؔ کی قسم
ہلالؔ و ناظمؔ و شہبازؔ و پاپولرؔ کی قسم
میں کام آؤں گا شاعر برادری کے لئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کے لئے

x-x-x

مذکورہ نظم کے مطالعہ سے پاپولر میرٹھی کی عصر حاضر کی سیاست اور اس کی بوالعجبیوں پر گہری نظر کا قائل ہونا پڑتا ہے نیز اس میں مستور طنزومزاح کی دلکش پھہاریں ہم سے دادو تحسین لئے بغیر نہیں رہتیں۔پاپولر میرٹھی کے کمال فن کی بڑی خوبی و خصوصیت، افراد، اشیا، حالات اور

معاشرہ کے مضحک پہلوؤں کو بہ چشم زدن اپنی شعری گرفت میں لے لینا ہے ان کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ یہ اپنی خامیوں پر بھی مسکرانے سے نہیں چوکتے اور اپنے اعمال و افعال کو بھی معروضی نقطہ نظر سے دیکھنے پرکھنے اور ان پر قہقہہ لگانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔

پاپولر میرٹھی کے یہاں مختلف رنگ ہیں اور ہر رنگ شاعری دوسرے رنگ کلام سے زیادہ تیر، گہرا، تیکھا اور شوخ و شنگ ہونے کے باوصف متنوع بھی ہے اور متضاد بھی! اور یہی دل آسا رنگ، "ہنس کر گزار دے" میں قوس قزح کی طرح پھیلا ہوا ہے لطف یہ کہ یہ شعری قوس ریگستانی سراب نہیں، فریب نظر نہیں، وقتی خیال نہیں، جذباتی اُبال نہیں، تفنن طبع نہیں اور من کی موج بھی نہیں! بلکہ ایک ٹھوس، واضح اور جامد حقیقت ہے بالفاظ دگر، پاپولر کی یہ طنز و ظرافت سے بھرپور قوس شاعری، ایسی نہیں کہ چند ثانیوں، چند ساعتوں اور کچھ لمحوں تک ہمیں دکھائی دے اور پھر فی الفور ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے بلکہ پاپولر کی اس قوس طنز و ظرافت کو ہمارے ذہنوں میں اُترنے اور دلوں میں بسیرا کرنے کا ہنر بھی خوب آتا ہے! پاپولر میرٹھی لفظوں کے سحر کی سحر کاری سے بھی خوب آشنا ہیں اور ان کی اسی سحر انگیزی کا نتیجہ ہے کہ ان کے مجموعہ میں ایسے دل نشین و دل حزیں اشعار کی کمی نہیں جو دل سے نکلتے ہیں اور ہمارے دلون پر راست اثر کرتے ہیں اور بعض قطعے اور اشعار تو اتنے اثر آفریں اور شر ربار ہوتے ہیں کہ ہمارے حافظے کے خزینے میں سدا کے لئے محفوظ بھی ہو جاتے ہیں مثلاً:۔

-:کانٹا:-

ایکسرے دیکھ کے بے ساختہ سرجن نے کہا
تیرے بھیجے میں بھی احساس کا کانٹا نکلا
حسن والوں نے بہت جم کے کیا ہے پتھراؤ
"تیرے سر میں تو بڑا کام رفو کا نکلا"

میری نظر میں، پاپولر کا سب سے نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اردو کُشی کے اس دورِ سیاہ میں اپنی مزاحیہ شاعری کے ذریعہ اردو زبان اور اردو شاعری کو پوری دنیا سے روشناس کرایا ہے ان کے چاہنے والوں کا حلقہ صرف اردوداں حضرات تک محدود نہیں بلکہ پنجابی اور ہندی دانوں میں بھی یہ اتنے ہی "پاپولر" ہیں۔ ہندوستان میں منعقد ہونے والے پنجابی کوی دربار اور ہندی کوی سمیلنوں میں پاپولر میرٹھی کی شمولیت ناگزیر ہے گویا اس طرح یہ اردو کے سفیر کی حیثیت سے اردو زبان کو عوام میں خوب پاپولر کر رہے ہیں!

بیرون ملک، امریکہ، کناڈا، انگلینڈ، سعودی عرب اور خلیجی ممالک نیز جہاں جہاں بھی اردو کے متوالے اور دل والے رہائش پذیر ہیں وہاں پاپولر میرٹھی نے اپنی معصوم اداؤں، عطر بیز لطیفوں اور دلنواز پھل جھڑیوں سے بے آب و گیاہ زمینوں میں مہر و محبت اور خلوص و یگانگت کے لالہ زاروں کی شجر کاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اس جانب اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ نئے الفئے کی نئی صدی، ماہ فروری میں پاپولر میرٹھی سے بسلسلہ مشاعرہ دوحہ قطر پرواز کر گئے، وہاں ملک مصیب الرحمٰن، جو اردو شاعری کے نہ صرف دلدادہ بلکہ شاعروں کے از حد قدر دان اور مربی بھی ہیں اور ڈاکٹر اختر جہاں ملک صاحبہ و شاہدہ جعفری صاحبہ کے زیر انتظام ایک بین الاقوامی مشاعرہ پڑھا ہی نہیں بلکہ لوٹا بھی! اور وہیں سے محسن اردو سرفراز علی غوری نے انھیں بصد خلوص و احترام اپنے ساتھ لیا اور ان کے اعزاز میں اپنے مکان پر ایک مخصوص شعری نشست منعقد کی جس میں پاپولر میرٹھی خوب چہکے اور خوب مہکے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے نیشنل اسٹیڈیم کراچی کے پاک و ہند مشاعرے اور ۲۵؍ مارچ کو "بیادِ جوشؔ ملیح آبادی" مشاعرے میں اپنے فن کا جادو جگایا اور خوب داد حاصل کی۔

اکیسویں صدی میں غم آلام، مسائل روزگار اور ذہنی انتشار کے سیل، بے پناہ میں سسکتی، دم توڑتی اور ڈوبتی واُبھرتی کائنات میں دل کھول کر ہنسنا، ہنسانا

اور قہقہے لگانا بے حد مشکل اور جوکھم بھرا کام ہے، اس پر خطر کام کو جو بھی سر پھر انجام دے، وہ لائق تعظیم اور قابل تکریم ہے اور یہ سر پھرا، یہ صحر لوزد اور یہ مردِ میداں "پاپولر میرٹھی" ہے!

مزاح نگاری کے میدان میں پاپولر کی شخصیت "بہارِ بے خزاں" کی طرح ہے یہ گذشتہ ۳ دہوں سے طنز و ظرافت کے "پل صراط" میں نہ صرف ثابت قدم رہے ہیں بلکہ شہرت، مقبولیت اور عوامی بارگاہ میں بھی انہیں صف اول کا مقام حاصل ہے! ہندوستان جیسے ایک ارب آبادی والے ملک میں طنز و مزاح نگار شاعر کی حیثیت سے صف اول میں جگہ پانا "جوئے شیر" لانے کے باوجود، اپنی جگہ "طلسم ہوشربا" سے کم نہیں!!

پاپولر میرٹھی کسی مخصوص طبقے، کسی مخصوص حلقے اور کسی مخصوص دبستان کے شاعر نہیں ہیں، عوام ہوں یا خواص، امراء ہوں یا غرباء بوڑھے ہوں یا جوان، عورتیں ہوں یا مرد، عالم ہوں یا عامی، یہ سب کی پسند کے مقبول شاعر ہیں دوسرے لفظوں میں، یہ صاف، میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے بھرپور گلاس کی طرح ہیں، جس سے ہر ایک کی پیاس بجھ سکتی ہے! بایں ہمہ، پاپولر میرٹھی کی مزاحیہ شاعری، پیروڈی اور تضمین نگاری مستقبل قریب میں ادب کا جزو بنے گی یا نہیں؟ ابھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن ہمیں اس سے مفر نہیں کہ یہ مشاعروں کے یقیناً "پاپولر" شاعر ہیں! جس مشاعرے میں یہ کلام سنانے کھڑے ہوتے ہیں، وہ مشاعرہ ان کے نام لکھ دیا جاتا ہے! پاپولر میرٹھی، چونکہ ہمیشہ عصری مسائل کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں اسی لئے ان کی ہر بات کسی ماہر شکاری کی گولی کی طرح اپنے "ہدف" پر بھرپور وار کرتی ہے۔ ان کے یہاں عصری سیاست کی بوالعجی ملاحظہ ہو:۔

-:انصاف کی ڈگر:-

کس جال میں پھنسے ہیں نرسمہاراؤ دیکھو
دُکھ رام بن گئے ہیں سکھ رام آؤ دیکھو

انداز ان کا دیکھو ان کا سوبھاؤ دیکھو
پیتل بھی بک رہا ہے سونے کے بھاؤ دیکھو
انصاف کی ڈگر پہ بچوں دکھاؤ چل کے
"یہ دیش ہے تمہارا نیتا تم ہی ہو کل کے"

عہد رواں کے لیڈر کتنے اہل اور باشعور ہیں ان کی تعریف میں پاپولر میرٹھی یوں نغمہ زن ہیں:۔

-:لیڈر:-

یہی ہیں کاغذی انڈوں کے بچے
یہ لیڈر جتنے ڈھالے جا رہے ہیں
نہ اماں کوئی ان کی ہے نہ ابا
مشینوں سے نکالے جا رہے ہیں

یوں تو کسی بھی مزاح گو شاعر کے چہرے پر لکھا نہیں ہوتا کہ وہ مزاحیہ نگار ہے لیکن پاپولر کا چہرہ ضرورت سے زیادہ بے ضرر، معصوم اور شگفتہ ہے۔ سنجیدہ آدمی کو ایسا چہرہ مشکل سے نصیب ہوتا ہے۔ پاپولر سامعین کی نفسیات، ان کی دلی کیفیات اور ان کی خواہشات کے حیرت انگیز طور پر نباض بھی ہیں وہ موقع و محل کی مناسبت سے اپنی ظریفانہ شاعری کی زنبیل سے یکے بعد دیگرے شعری پھلجھڑیوں، مزاحیہ پٹاخوں، پیروڈی کے نشتروں اور تضمین کے شراروں سے سامعین کے قلب و ذہن پر اس طرح یلغار کرتے ہیں کہ مشاعرہ گاہ میں مسکراہٹوں اور قہقہوں کے ساتھ داد و دہش کے ڈونگرے برسنے لگتے ہیں اور لطف یہ کہ پاپولر میرٹھی شعر پڑھنے کے معاً بعد سکوت و جمود کا مجسمہ بن جاتے ہیں!

پاپولر میرٹھی کے بیشتر اشعار اور قطعات شہد کی طرح شیریں اور چمبیلی کے پھولوں کی طرح نرم و نازک ہیں، بالعموم، پاپولر، آدھا مصرع اپنا اور دوسرا کبھی میر تو کبھی غالب اور کبھی اپنے ہم عصر شاعر کا پڑھتے ہیں۔ اسی سبب اکیسویں صدی کے طنزیہ مزاحیہ شاعروں کی کہکشاں میں یہ الگ سے پہچانے جاتے ہیں۔

نظم، غزل، پیروڈی اور قطعہ، سب پر ان کی نظر اور پکڑ خاصی مضبوط ہے اس ذیل کے چند قطعات پیش ہیں:۔

محبوب وعدہ کر کے بھی نہ آیا دوستو
کیا کیا نہ دیکھو ہم نے کیا اُس کے پیار میں
مرغے چرا کے لائے تھے جو چار پاپولر
"دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں"

بے وفاؤں کو بھی پابند وفا کہتے ہیں
سادہ دل ہوتا ہے جو اس کو گدھا کہتے ہیں
آپ تنقید کا ہر گز نہ کریں کوئی خیال
"ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں"

ایک کنکٹے کا آج یہ اعلان عام ہے
نیتا ہیں ہم ہمارا تو ایثار کام ہے
نیتا کا دعویٰ سن کے میں یہ سوچنے لگا
قربانی کنکٹے کی تو یارو حرام ہے!

اکبر الہ آبادی کے سامنے انگریز اور انگریزی تہذیب کی تباہ کاریاں اور ہندوستانی عوام پر ظلم و ستم کے واقعات تھے اس کے برخلاف پاپولر میرٹھی کے روبرو "کالے انگریز" ہندوستانی معاشرت و معیشت کی ریاکاریاں اور یہاں کے سیاست دانوں کے منافقانہ اعمال و افکار ہیں یہ ان سب کو ٹارگٹ بنا کر اپنی ظریفانہ شاعری کی رائفل سے ان پر بھرپور چاند ماری کرتے ہیں!:

کسی جلسے میں ایک لیڈر نے یہ اعلان فرمایا
ہمارے منتری آنے کو ہیں بیدار ہو جاؤ

یکایک لاؤڈ اسپیکر سے گونجا فلم کا نغمہ
"وطن کی آبرو خطرے میں ہے ہوشیار ہو جاؤ"

دیارِ غیر میں پاپولر کا کیا مقام و مرتبہ ہے رضوان احمد، روزنامہ عوام میں "بعنوان" دوبئی میں جشن مجتبیٰ حسین"۔ میں پاپولر کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:۔ "وطنی تعصب سے بالاتر ہو کر میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہندوستانی شعرا مشاعرہ پر چھائے رہے اور پاپولر میرٹھی نے تو مشاعرہ اس طرح لوٹا کہ ساغر خیامی خوش ہو کر بار بار میری طرف دیکھتے رہے"۔ اس کے علاوہ مجلسِ فروغ ادب (دوحہ، دبئی) کے زیر اہتمام "جشنِ شہزاد احمد اور عالمی مشاعرہ" میں گذشتہ سال ہندوستان سے یوں تو بشیر بدر، والی اسی، ملک زادہ منظور، مخمور سعیدی، منور رانا، نسیم نکہت اور ہمارے پاپولر میرٹھی شریک ہوئے تھے لیکن کامیابی کا سہرا پاپولر کے سر رہا اور مزاح کے حوالے سے یہ عالمی مشاعرہ ان کے نام رہا یہ اعزاز، اعجاز کے درجہ میں پہنچانے کا سہرا، اعجاز الدین پاپولر کے سر ہے! اگرچہ بشیر بدر کے اشعار نے بھی خوب رنگ جمایا تھا۔

بہر نوع! پاپولر میرٹھی، میرے زیر سرپرستی، ریسرچ کا مرحلہ سر کر رہے ہیں اور ان کا موضوع تحقیق بھی طنز و مزاح سے متعلق ہے۔ یہ میدان ان کا اپنا ہے۔ امید ہے کہ یہ جلد ہی طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے "مردِ میداں" ہو جائینگے!

پاپولر میرٹھی کی پیروڈی، طنزیہ اور ظریفانہ شاعری کا اسلوب، آہنگ اور فن، عمر، دقت، مطالعہ اور مشق کے ساتھ ساتھ بتدریج ترقی کرے گا اور یہ زیادہ بہتر طور پر اپنی ماہرانہ صناعی اور جادوانہ خلاقی کا بھرپور اظہار کریں گے۔

پاپولر کے مذکورہ اشعار، جن کی نشاندہی راقم نے کی ہے، ان کے اولیں مجموعہ، "ہنس کر گذار دے" میں موجود ہیں، اب ان کا دوسرا مجموعہ بعنوان "ڈبل رول" پاکستان سے منصہ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ جس طرح "ہنس کر گذار دے" کی عوامی پذیرائی نے شاعر کی حوصلہ افزائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسی طرح "ڈبل رول" اپنی

طباعت، نفاست، تزئین، تازگی اور ظریفانہ شگفتگی کے سبب قارئین کے حرزِ جاں ہوگا اور مجھے بھی اپنی محنت کا صلہ ملے گا کیونکہ غالبؔ نے اپنے شاگرد تفتہؔ کے بارے میں صدیوں پہلے جو بات کہی تھی، آج بھی حق بجانب ہے یعنی پاپولرؔ میرٹھی کی شہرت، مقبولیت، سخنوری اور ہنروری میں میری بھی ناموری پوشیدہ ہے!!

ڈاکٹر خالد حسین خاں
انصار بلڈنگ بُرھانہ گیٹ
میرٹھ

پروفیسر ڈاکٹر سید طاہر محمود
سابق چیئرمین، قومی اقلیتی کمیشن، حکومت ہند

پاپولر میرٹھی کی "پاپولیرٹی"

میں اپنی مادری زبان اردو کا پیدائشی بلکہ موروثی پرستار ہوں۔ خوب جانتا ہوں کہ اس مظلوم زبان کی چاشنی بیمارِ دار ورسن کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ کر زندگی کے شب وروز کی کثافتوں کو دھو ڈالتی ہے۔ چنانچہ اپنی شدت تشنگی میں ہر اس جگہ پہونچنے کی کوشش کرتا ہوں جہاں اردو کے بادہ وساغر سے پیاس بجھ سکے، اکثر بن بلائے مہمان کی طرح اور کبھی کبھی بلائے ناگہانی کے طور پر۔

برسوں پہلے کی بات ہے دہلی کے ایک بین الاقوامی مشاعرے میں میں نے ایک دبلے پتلے مسکین صورت بلکہ مظلوم صفت شاعر کو مائک پر بڑے منفرد انداز میں یہ مزاحیہ قطعہ سناتے دیکھا اور سنا۔

کتنی دولت ہے نیتا کلن پہ
رات بھر میں امیر بن جاتے
دستخط تو تمہیں بھی آتے تھے
ابا تم بھی وزیر بن جاتے

لب ولہجہ ٹھیٹھ مغربی یوپی کا، ہر مصرعے کی اٹھان ایسی جیسے روزمرہ کی عام گفتگو ہو رہی ہو، چہرے پر ایسی معصومیت گویا واقعی کوئی ناسمجھ بچہ ہے جو اپنے باپ سے دستخط کرلینے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود وزیر نہ بن کر خاندان والوں کو خواہ مخواہ دولت بے بہا سے محروم رکھنے کی طفلانہ شکایت کر رہا ہے۔ اور پھر چھوٹی بحر کے ان چار مصرعوں کے کوزے میں معاصر سیاست پر طنز کا واللہ کیا سمندر بند تھا۔ شاعر بتا رہا تھا کہ لیڈرانِ قوم آج کل از قسم "کلن" ہوتے ہیں

لیکن اجہل الجہلا ہونے کے باوجود لیڈری کی برکت غیبی سے راتوں رات امیر و کبیر بن جاتے ہیں۔ مشاعرے میں سامعین کا ایک لشکر جرار قطعہ سن کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ لوگ قہقہے لگا رہے تھے اور میں اپنے وطن بیمار کی کلائی پر ایک نباضِ حقیقت شناس کا ہاتھ دیکھ کر اُس کی کی ہوئی تشخیص کو ذہن کی پرتوں میں محفوظ کر رہا تھا۔ اسٹیج پر انجمن آرا معاصر معاشرے کے اس شاعر نما طبیب سے دور سامعین کی صفوں میں بیٹھے ہوئے یہ میرا پہلا تعارف تھا، جو کہ اس دوری کے باوجود اس کے فن کو میرے رگ وپے میں سمو گیا تھا۔ اس ممتاز اور صاحب اعجاز شاعر کا نام ہے۔ "اعجاز الدین شاہ پاپولر میرٹھی"۔

پاپولر نامی صحرائے طنز و مزاح کے اس مشاق شکاری کے مرغوب ترین شکار ہیں وزرا عظام اور شعرا کرام۔ ابھی اوپر آپ نے ایک والد بزرگوار کے دستخط کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود وزیر نہ بنے کی شکایت ان کے صاحبزادے سے سنی تھی۔ اب دیکھئے صاحبزادے کی نالائقی پر والد محترم کیا فرماتے ہیں۔

بیٹے کے سر پہ دے کے چپت باپ نے کہا
پھر فیل ہوگیا ہے منسٹر بنے گا تو

اور پھر ایک اور وزیر محترم کی کھلے عام یہ فرمائش کہ

یارو مجھے سلام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کرو میں وزیر ہوں

پاپولر میرٹھی کے انوکھے فن کے تعارف صادق کے لئے خود ان کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے

آپریشن خوب ہی مضمون کے کرتا ہوں میں
ذہن تیرا نوکِ نشتر کی طرح ممتاز ہے

اور پھر "امیدوار میں بھی ہوں" کے عنوان والی نظم تو غیر اصولی سیاسی جاہ طلبی کا مکمل الٹرا ساؤنڈ ہے۔ اسمبلی کے ٹکٹ کا متلاشی امیدوار بہ بانگ دہل

اعلان کر رہا ہے کہ

ہر ایک طرح کی تگڑم سے آشنا ہوں میں
جو رہزنوں سے نہیں کم وہ رہنما ہوں میں
ملی جو کرسی تو پھر دیکھنا کہ کیا ہوں میں

ہزار راتیں ہوں گی شکم پوری کے لئے
ملک مجھے تھا دو اسمبلی کے لئے

اس کی زبان سے یہ کہلوا کر کہ "بکے تو اپنی شرافت بھی بیچ سکتا ہوں" جناب پاپولر یہ ماتم کر رہے ہیں کہ اہلِ سیاست تو خیر اپنی شرافت نیلام کرنے کے درپے ہیں مگر اس جنس گراں کا خریدار دنیائے سیاست سے باہر بھی کہاں نصیب؟ اور آج کل کی مذہب زدہ سیاست پر ان کا بھرپور وار ذرا ان اشعار میں دیکھئے۔

کسی کا بھی ہو عبادت کدہ میں ڈھادوں گا
جہاں بھی ہوگی عمارت کھنڈر بنادوں گا

زہد کی آڑ میں گل کھلانے ہیں کچھ
پیرہن اک مجھے گیروا چاہئے

آپس میں اپنی قوم کو لڑوا رہے ہیں ہم
اکیسویں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

چلیئے اب ذرا پاپولر صاحب کے دوسرے شکار کا حشر دیکھیں۔ یہ ہیں اساتذہ کی ہم ذوقی کے دعویدار، دنیائے سخن سے سند قبولیت کے طالب، آج کے شعرا اور ان کے باذوق سامعین۔ ذرا دیکھئے تو صرف مصرعہ دوئم کے بظاہر بے ضرور استعمال سے اصل مصرعہ اولیٰ کا پیغام کس طرح چسپاں کیا جارہا ہے۔

عجب قوم ہے دوستو شاعروں کی
رگِ گل سے بُلبل کے پر باندھتے ہیں'

اور پھر کس کس شعر کی صداقت پر سر دھنا جائے۔ دیکھئے تو سہی کن کن بزرگوں کو سمیٹ دیا ہے جناب پاپولر نے ان اشعار میں۔

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو
کسی کا یہ مصرعہ مت پوچھو میاں جانے دو

صرف یہ دیکھو کہ کس شان سے پڑھتے ہیں غزل
شعر جس کے بھی یہ فرماتے ہیں فرمانے دو

سب پہ چھا جاتا ہوں میں پڑھ کے ترنم سے غزل
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

سرقہ فن پہ سبھی صاحب فن جھوم اُٹھے
شعر ایسے تھے کہ اربابِ سخن جھوم اُٹھے
لالہ رُخ جھوم اُٹھے شعلہ بدن جھوم اُٹھے
شیخ جی جھوم اُٹھے لالہ بدن جھوم اُٹھے

عقل سے دور فہم سے مجبور
فکر کے زخم شعر کے ناسور
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

شعر کہنے کا سوال آئے تو مجبور ہیں ہم
اپنے ہی شعر سمجھنے سے بھی معذور ہیں ہم

لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کی کفش برداری اور شہنشاہِ مزاح جناب دلاور فگار کی جانشینی کا حوصلہ دل میں سموئے جناب پاپولر طنز و مزاح کی سنگلاخ راہوں پر ایک باعزم مسافر کی طرح گامزن ہیں اور خاموشی سے پختگی افکار کے مراحل طے کرتے جارہے ہیں۔ ان کے یہ سب اشعار جن کا میں نے یہاں حوالہ دیا ہے بت خانہ ہند میں مطبوعہ ان کے پہلے مجموعے ''ہنس کر گذار دے'' میں شامل ہیں۔ اب دوسرا مجموعہ خبر ہے خیر سے مملکتِ اسلامی پاکستان میں زیر طباعت ہے۔ دیکھئے اس کے مشمولات کیا کچھ گل کھلاتے ہیں۔ واقعہ یہی ہے کہ بقول خود ان کے۔

''پاپولر میرٹھی مزاح نگار، لائقِ افتخار ہیں بھیا''

منصور عثمانی

اعجاز پاپولر...... طنز و مزاح کا نیا سنگِ میل

ہمارے عہد میں جناب اعجاز پاپولر ایسے نوجوان، طنز و مزاح نگار ہیں جنھوں نے اپنے البیلے انداز فکر اور علم و ادب کی تہہ داریوں میں گہرائیوں تک نگاہ کرنے کی صلاحیت سے بہت ہی کم وقت میں اپنی آواز کو ایک عالم سے منوالیا ہے۔ وہ نہ بھاری بھر کم لفظوں سے اپنی ظرافت نگاری میں بے جا فکر و فلسفے کا رنگ بھرتے ہیں اپنے پڑھنے کے انداز میں بلا ضرورت گھن گرج سے کام لیتے ہیں یہی وجہ ہے انھیں عوام و خواص کی یکساں حمایت حاصل ہے۔ مشاعروں میں ان کے قطعات اور نظموں کے ساتھ ساتھ ان کے اشعار بھی بے پناہ پسندیدگی کے ساتھ سنے جاتے ہیں۔ آیئے ان کی ادبی ظرافت کے چند نمونے آپ کو گدگدانے کے منتظر ہیں۔

دیکھتا بیوی کو تھا اور ساس آتی تھی نظر
رکھ دیا جھنجھلا کے میں نے اپنا چشمہ توڑ کر

کیا کہوں تم سے سلوک اپنے کرائے دار کا
گھر سے نکلا بھی تو ظالم گھر کا زینہ توڑ کر

کچھ نہ ہاتھ آیا تو پھر اتنا ہی رنجیدہ ہوا
چور جتنا خوش تھا میرے گھر کا تالا توڑ کر

آپ نے دیکھا ان اشعار میں مزاح کا جو بے ساختہ پن ہے اس میں کسی

طرح کی زبردستی مضمون کے ساتھ نہیں کی گئی ہے اور ہر شعر اپنی جگہ اپنے حسن مضمون اور کمال مفہوم کی گواہی دے رہا ہے اسی سلسلے کا مقطع بھی دیکھئے جس میں پاپولر نے اپنی ہنر مندی سے غزل کے خوبصورت و نازک مفہوم کو ظرافت آشنا کیا ہے۔

پاپولر میں نے کہا تھا اس سے مت انگڑائی لے
کیا ملا اس کو بتاؤ گھر کا شیشہ توڑ کر

محبوب وعدہ کر کے بھی آیا نہ دوستو
کیا کیا نہ دیکھو ہم نے کیا اُس کے پیار میں
مرغے چرا کے لائے تھے جو چار پاپولر
"دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں"

ایکسرے دیکھ بے ساختہ سرجن نے کہا
تیرے بھیجے میں بھی احساس کا کانٹا نکلا
حسن والوں نے بہت جم کے کیا ہے پتھراؤ
"تیرے سر میں تو بہت کام رفو کا نکلا"

ادب اور سیاست کے میدان میں انھوں نے جہاں جہاں مضحکہ خیز صورت حال کا مشاہدہ کیا اسے مذاق کا موضوع بنایا ہے لیکن سماج کی دوسری برائیوں سے بھی انھوں نے نظر نہیں چرائی۔ سیاسی لیڈروں کو اردو کے بیشتر طنز نگاروں نے نشانہ بنایا ہے پاپولر نے بھی انھیں نہیں بخشا۔

یہی میں کاغذی انڈوں کے بچے
یہ لیڈر جتنے ڈھالے جا رہے ہیں

نہ اماں کوئی ان کی ہے نہ ابا
مشینوں سے نکالے جا رہے ہیں

پاپولر نے اپنے اسی البیلے اسلوب سے بہت کم وقت میں ایک عالم کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے اور اپنا راستہ ہی نہیں اپنا ایک مقام بنایا ہے وہ ایک کامیاب شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مخلص انسان ہیں اپنے بزرگوں کی موجودگی میں ان کے خلوص کی گہرائیاں انکسار اور احترام کا روپ اختیار کرلیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ مرحوم دلاور نگار۔ ہلال سیوہاروی سید ضمیر جعفری اور انور مسعود جیسے طنز و مزاح کے ستونوں نے ان کی حوصلہ افزائی اور ان کے فن کے اعتراف میں انھیں اپنی منظوم محبتوں سے سرافراز کیا ہے۔ آج ان کی شہرت و مقبولیت صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ امریکہ، پاکستان، سعودی عرب اور خلیجی ممالک کے علاوہ دنیا کے ہر اس علاقے اور خطے میں ہے جہاں جہاں وہ گئے ہیں یا جہاں جہاں اردو شاعری کے قدردان موجود ہیں۔ وہ قدیم اور موجودہ مذاحیہ ادب کے درمیان کی ایسی اہم کڑی ہیں جس کے بغیر ظرافت کی تاریخ کا سلسلہ مکمل نہیں ہو سکتا۔

۷/دسمبر ۹۹ء
ماہ و انجم منزل
نئی بستی مراد آباد

سرگوشیاں

''ڈبل رول'' پاپوآر میرٹھی کی پچیس سالہ مزاحیہ شاعرہ کا خوب صورت انتخاب ہے مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ اردو طنزیہ ادب کا قیمتی سرمایہ بنے گا۔

:- حق بنارسی (مرحوم) کان پور

اساتذہ کے مصرعوں میں معمولی تحریف کر کے مذاح پیدا کرنا حالانکہ اردو میں یہ ردایت بہت پرانی ہے مگراس فن کو مقبول عال پاپوآر میرٹھی نے کیا

:- وسیم بریلوی

''ڈبل رول'' پاپوآر میرٹھی کی بہت ہی خوب صورت کتاب ہے۔

:- راحت اندوری

پاپوآر میرٹھی میرے پسندیدہ شاعر ہیں۔

:- جاوید اختر

غیر سنجیدہ شاعری کو سنجیدہ مزاحیہ شاعری بنانے کا کام پاپوآر نے کیا ہے، یہی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

:- عزیز برنی (راشٹریہ سہارا)

''ڈبل رول'' طنزومزاح کے حوالے سے جدید تقاضوں اور فنی مہارت کا ایک ایسا تحفہ بے عدیل ہے جو عصر حاضر کی تمام تر رعنائیوں اور نہی تہذیب کی ستم ظریفیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ قابل تحسین ہے پاپوآر میرٹھی کی یہ کاوش امید ہے کہ دنیائے شعر وادب میں ہمیشہ یہ قابل قدر نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

:- معظم علی، سیکریٹری اردو اکیڈمی (راجستھان)

اعجاز پاپولر کو میں نے پہلی بار اس وقت سنا جب میں حیدر آباد میں ایک عزیز کے یہاں بطور مہمان ٹھہرا ہوا تھا وہاں اعجاز پاپولر کی کیسٹ وی سی آر پہ چل رہی تھی اور گھر کے تمام لوگ قہقہے لگا ہنس رہے تھے تب ہی سے میں ان کا مداح ہو گا۔

:- انجم عثمانی، دور درشن (دہلی)

پاپولر کو مزاح پر پوری قدرت حاصل ہے مہذب اور متوازن ظرافت کے فن پر پورے طور پر حاوی اور کامیاب ہیں۔پاپولر واقعی اردو کی طنزیہ مزاحیہ شاعری کے جدید تقاضوں سے اچھی طرح واقف ہیں ان کے طنز و مزاح کے امتزاج میں توازن اور ظرافت کو برتنے کا ایک خاص سلیقہ ہے۔

:- رئیس صدیقی اردو مجلس دہلی

جناب پاپولر میرٹھی بر صغیر کے ایک ایسے صاحب طنز و مزاح شاعر ہیں جو اپنے دلکش لہجے سے عوام کی دکھتی رگوں پر نشتر زنی اس سلیقے سے کر جاتے ہیں کہ یہ احساس ہی نہیں ہونے دیتے کہ کب اور کس طرح وہ خار زار وادیوں سے گزر کر لالہ زار حیات میں رونما ہو گئے۔ڈبل رول ان کی فنی صلاحیتوں کی غمازی کا موثر نمونہ ہے۔

:- ذکر الرحمٰن۔ جدہ

ریگزار حیات میں قدم قدم پر جن حوادث کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان تمام پہلوؤں کو "ڈبل رول" میں طنز و مزاح کے پیکر میں ڈھال ایک ایسی شاعری کا مجسم تیار کیا گیا ہے و قابل پرستش ہے۔اعجاز الدین بابو سر پر صد تحسین و مبارک باد ہیں۔

:- نیر جہاں۔ لاس اینجلس

"ڈبل رول" اعجاز الدین پاپولر میرٹھی کے طنز و مزاح کا وہ شعری مجموعہ ہے جو محبان اردو کے لیے اکیسویں صدی کا بہترین تحفہ ثابت ہو گا۔

:- مشکور علی۔ آگرہ

اعجاز پاپولر اس دور کے اہم طنز نگار ہیں ان کے طنز میں ظرافت کی چاشنی کی وجہ سے بڑی خوش گواری ہوتی ہے۔

موج رام پوری :-

"ڈبل رول" طنز و مزاح کی دنیا میں جناب اعجاز الدین پاپولر میرٹھی کی وہ حسین و جمیل کاوش شعری ہے۔ جس کے ذریعہ غم روز گار کے تلخ پہلوؤں کو حقیقت کی چاشنی سے ملذذ کیا گیا۔ اور یہی شاعر کے فنکارانہ معیار کا بین ثبوت ہے۔

نیر خاں۔ لاس ویگاس (امریکہ) :-

اس میں کوئی شک نہیں کہ "ڈبل رول" ایک ایسا آئینہ ہے جو عصر جدید کی تمام خوبیوں اور خامیوں کے اثرات کی تصویریں دکھا کر عوام کو شاعر کا گرویدہ بناتا ہے۔ اعجاز الدین پاپولر میرٹھی کی یہ گرانقدر کوشش قابل مبارک باد ہے۔

اسلم شمسی۔ مراد آباد :-

"ڈبل رول" ایک ایسا چمنستانِ ادب ہے جس میں طنز و مزاح کے رنگ برنگ کے پھول شگفتگی بکھیرے ہوئے فضا کو خوشگوار بناتے ہیں۔ اور نفرت کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

حسین ہاشمی۔ بریلی :-

"ڈبل رول" لے کر ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں یہ واقعی ایک تاریخی حادثہ ہے جس دور میں مسکرانے کی فرصت نہیں پاپولر قہقہے لگانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

دنیش کمار شباب :-

"سفر طنز و مزاح"

جناب اعجاز الدین پاپولر میرٹھی کا شعری سفر طنز و مزاح کی وادیٔ پر خار سے شروع ہو کر انھیں اس مقام تک لے آیا ہے جہاں سے وہ برصغیر کے ایک عظیم شاعر ہونے کا افتخار حاصل کر چکے ہیں۔

"ڈبل رول" پاپولر میرٹھی کی فنکارانہ صلاحیتوں کا ایک نادر نمونہ ہے اس میں عصرِ جدید کی نیرنگیاں بھی ہیں۔ یاس اور ناکامیِ حیات کی تصاویر بھی۔ رہنماؤں کے بھیس میں لٹیروں نے کس طرح زندگی کی حسین رعنائیوں کو لوٹا ہے۔ لالہ زار حیات کو کس طرح وابستہ جور خزاں کیا ہے۔ غرضیکہ المناک پہلو پر عوام کو غور کرنے اور سوچنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ طنز و مزاح کے حوالے سے اکیسویں صدی کا یہ شعری مجموعہ محبان اردو کے لیے یہ ایک گرانقدر تحفہ ثابت ہو گا۔

نشترِ طنز سے محفل میں اترتے دیکھے
اپنے چہروں پہ جو بیٹھے ہیں چڑھائے ہوئے خول
پاپولر کا ہے ڈبل رول ایک ایسی کاوش
جس کا انداز ہے دلکش تو ہے لہجہ انمول

السید قیصر زیدی تسوی
(صدر اتر پردیش اردو مجلس)

۹ر ستمبر ۲۰۰۲ مطابق
یکم رجب المرجب

ڈبل رول
راغب مراد آبادی

پاپولر میرٹھی

(رباعیات)

ہر قطعہ ہے ان کا ندرت فکر نژاد
ذہن ان کا ہے خلاقِ و معانی ایجاد
خوش بخت ہیں پاپولر بہ فضل باری
فن ہی یہ سے پاپولر کی بنیاد

یہ پھول مزاح کھلا دیتے ہیں
مفہوم کو سدا بنا دیتے ہیں
ہر قطعہ ہے اعجاز بداماں ان کا
سوئی ہوئی محفل کو جگا دیتے ہیں

دلدادہ خدمت ہنر ہیں بے حد
ان کے اشعار خوش اثر ہیں بے حد
امریکہ و یورپ میں بھی شہرت سے بہت
پاک و بھارت میں پاپولر ہیں بے حد

مدعو ہیں پاپولر یہاں میرٹ پر
جائے نظر ان کی کس لئے ایگزٹ پر
ہر قطعہ چھڑا دیتا ہے چھکے پل میں
عمران بھی ٹھہرے گا نہ ان کی ہٹ پر

۲۰ ستمبر ۱۹۹۷ء (وارد دوبی۔ امارات)

پاپولر میرٹھی

اکبر الہ آبادی کی نظر میں

میں نے اکبر کی روح سے یہ کہا
اے ظریفانہ شاعری کے امام
انڈیا میں ہے ایک طنز نگار
پاپولر میرٹھی ہے جس کا نام
اس کے بارے میں کیا ہے آپ کی رائے
آپ کو ہے پسند اس کا کلام
کہا اکبر نے اے مزاح نگار
اب نہیں طنز میں کوئی پیغام
پاپولر کو سنا ہے میں نے بھی
ہے یہاں خُلد میں بھی اس کا نام
حور و غلماں ہیں پاپولر کے فین
ذکر رہتا ہے اس کا صبح و شام
پاپولر کی ادائیگی کا ہنر
نہیں سب شاعروں کے بس کا کام

وہ جو آواز کو بدلتا ہے
یہ بھی اس کا ہنر ہے اس پہ تمام
زور پر فارمینس پر وہ کیسے نہ دے
جب ہیں سامع مشاعروں میں عوام
نہیں لکھتا مزاح وہ ایسے
جیسے داڑھی بناتے ہیں حجام
نہیں اس کے یہاں وہ پھکڑ پن
جو ظرافت میں آج کل ہے عام
قد میں اس سے بڑے بھی ہیں شاعر
لکھے کس طرح جائیں سب کے نام
ہے بہت ہی طویل یہ فہرست
یہ کہانی یہاں نہ ہوگی تمام
وطنِ پاک کے مزاح نگار
رکھتے ہیں اپنا ایک خاص مقام
یہ جو سید ضمیر جعفری ہیں!
ہیں مرے بعد وہ تمہارے امام
پاپولؔر اس کا جو تخلص ہے
اک صداقت ہے یہ بھی بے ابہام
نام ہر دلِ عزیز اگر ہوتا
نہیں ہوتا جہاں میں اس کا نام

نہیں اس کے یہاں وہ عریانی
جو ظرافت پہ اب ہے ایک الزام
حق تو یہ ہے کہ اس کے ہیومر میں
نہیں ولگیرٹی۔ برائے نام
اس کا طنز و مزاح شستہ ہے
اس کو ننگا نہ کرسکا حمام
عورتوں پر وہ کیوں کرے حملے
وہ تو بہنوں کو کہتا ہے مادام
سنتے ہیں پاپولؔر کی کوشش ہے
وہ ریسرچ اب کرے بہ حسن تمام
کام مشکل ہے پاپولؔر صاحب
نہیں یہ ریس زحمت یک گام
ہم نے دیکھے ہیں وہ بھی پی۔ایچ۔ڈی
جن سے تحقیق ہوگی بدنام!
ایسے ہر ڈاکٹر سے اچھا ہے
ایک کمپونڈر جو ہے گمنام
ایسی تحقیق پر پی۔ایچ۔ڈی سے
ہوگئی یونیورسٹی بدنام۔!
ایسی تحقیق پر محقق کو۔!
نہ تو خلعت ملے نہ کچھ الزام!

ایسی تحقیق پر ہو تحقیقات
تاکہ نکلے ادب میں مالِ حرام
ایسی تحقیق کرنے والے کو
کچھ سزا ہو کہ جیسے حبس دوام
اس کو یوں قید با مشقت ہو
نہ لے تحقیق کا کبھی وہ نام!
پاپولؔر ہے پڑھا لکھا شاعر
جانتا ہے وہ جرم کا انجام
وقت ہنس کر گذار دے اپنا
شاعری میں ہے اس کی یہ پیغام
ہمیں امید ہے کہ پاپولؔر
واقعی کر دکھائے گا کچھ کام

اظہار تشکر

میرا پہلا مجموعۂ کلام ''ہنس کر گذار دے'' ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا تھا، اور یہ دوسرا مجموعہ ''ڈبل رول'' محبان اردو کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ان ہر دو مجموعوں میں جن کرم فرماؤں نے میری قلمی ومالی معاونت فرمائی ہے۔ ان میں محترم استاذ ڈاکٹر خالد حسین خاں صاحب، جناب ملک مصیب الرحمٰن، ڈاکٹر بشیر بدر، جناب محمد قیصر تسوی، راغب مراد آبادی، وسیم بریلوی، سرفراز علی غوری، محترم حاجی انیس دہلوی (مرحوم)، حق بنارسی (مرحوم)، طاہر محمود صاحبان کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

خصوصاً ''ڈبل رول'' کی اشاعت، اردو ادب کے شیدائی ملک مصیب الرحمٰن صاحب کی حوصلہ افزائی کے بغیر اتنی جلد غیر ممکن تھی۔ مرحوم سلیم جعفری کی اہلیہ محترمہ شاہدہ جعفری، ڈاکٹر اختر جہاں ملک صاحبہ، ڈاکٹر عبداللہ صاحب کا میں بے حد ممنون ہوں جن کے مسلسل اصرار پر ''ڈبل رول'' کو منظر عام پر لا سکا۔

میں اپنے ان تمام کرم فرماؤں کا خلوصِ دل سے بے حد شکر گذار ہوں۔

سیّد اعجاز الدین، پاپولر میرٹھی
۳۳۳۔ نظام کاٹیج، کرم علی، میرٹھ

حمد پاک

بقائے عزمِ جواں لاالٰہ الا اللہ
ہے دیں کی روحِ رواں لاالٰہ الا اللہ
ہے دولتِ دل و جاں لا الٰہ الا اللہ
رہے گا وردِ زباں لاالٰہ الا اللہ
فضائیں سدی لرزاٹھیں قصرِ باطل کی
لبوں پہ آیا جہاں لا الٰہ الا اللہ
ہے لا الٰہ کے صدقے وجود کون ومکاں
نہ بھول جانا میاں لا الٰہ الااللہ
اُدھر نگاہ اُٹھاتے رہو عقیدت سے
لکھا ہوا ہو جہاں لا الٰہ الااللہ
سکونِ قلب نظر صرف لا الٰہ کا فیض
اثر نواز فغاں لا الٰہ الااللہ
اُسی کے صدقے بہاروں کی شانِ زیبائی
شبابِ باغِ جناں لا الٰہ الااللہ
خموشی کفر کی اے پاپولر کرے انکار
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الااللہ

نعت

اللہ کی رحمت ہے محمدؐ کے شہر میں
ہر چیز میں برکت ہے محمدؐ کے شہر میں

ہر چہرہ محبت ہے محمدؐ کے شہر میں
بکھری ہوئی چاہت ہے محمدؐ کے شہر میں

ہوتی ہے مقدر سے مدینے کی زیارت
ہو آنا عبادت ہے محمدؐ کے شہر میں

جنت کا کریں ذکر یا حوروں کا تصور
اتنی کِسے فرصت ہے محمدؐ کے شہر میں

آسکتی نہیں پاس یہاں گردشِ دوراں
نازاں بڑی قسمت ہے محمدؐ کے شہر میں

تقدیر سے دیکھا تھا مدینے کا نظارہ
پھر جاؤں یہ حسرت ہے محمدؐ کے شہر میں

ہر صاحب ایمان کی حسرت ہے مدینہ
یہ کس کی کرامت ہے محمدؐ کے شہر میں

دامن کبھی خالی نہیں لاتا ہے سوالی
بکھری ہوئی دولت ہے محمدؐ کے شہر میں

ہر شخص کی عزت ہے مدینے میں پاپولر
ایماں ہے صداقت ہے محمدؐ کے شہر میں

نعتِ اقدس

مدینے کی تمنا سب سے افضل
مدینے کا نظارہ سب سے افضل
مسلسل سبز گنبد دیکھتا ہوں
نگاہوں میں جلوہ سب سے افضل

حبیب کبریا کہتے ہیں جن کو
وہی ہیں سب سے اعلیٰ سب سے افضل
ہم اس کے اُمتی ہیں کیا یہ کم ہے
دو عالم میں جو ٹھہرا سب سے افضل

بتایا ہے حبیب کبریا نے
عبادت کا طریقہ سب سے افضل
رسولِ پاک سا کوئی نہیں ہے
نبی میرے ہیں تنہا سب سے افضل

نبیؐ کا کوئی بھی ہم سر نہیں ہے
یوں ہی ہیں میرے آقا سب سے افضل
تمہیں اے پاپولر معلوم ہوگا
مدینہ ہے مدینہ سب سے افضل

قطعات

آپریشن

پاپولر میرا تخلص ہے یہی اعجاز ہے
میرا جو بھی شعر ہے دنیا میں سرافراز ہے
آپریشن خوب ہی مضمون کے کرتا ہوں میں
ذہن میرا نوکِ نشتر کی طرح ممتاز ہے

عاشقی

عاشقی میں بُرا بھلا کیا ہے
کون کیسی ہے سوچنا کیا ہے
خوبصورت تو وہ نہیں لیکن
''مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے''

بم رہنے دے

میں ہوں جس حال میں اے میرے صنم رہنے دے
تیغ مت دے میرے ہاتھوں میں قلم رہنے دے
میں تو شاعر ہوں میرا دل ہے بہت ہی نازک
میں پٹاخے ہی سے مر جاؤں گا بم رہنے دے

رائیگاں

سوچتا ہوں کہ آج محفل میں
آبرو رائیگاں نہ ہو جائے
ہپی کٹ بال والے شاعر پر
شاعرہ کا گماں نہ ہو جائے

انوکھے کارنامے

بے رُخی کو بھی نوازش کی ادا کہنا پڑا
مصلحت تھی زہر پی کر بھی دوا کہنا پڑا
بے وقوفی کے انوکھے کارنامے دیکھ کر
اچھے خاصے لیڈروں کو بھی گدھا کہنا پڑا

سیاہی

صبح کا نور سیہ رات کا عنواں نکلا
داغ پوشیدہ جو تھا وہ بھی نمایاں نکلا
شیخ کی داڑھی میں بھی دل کی سیاہی نہ چھپی
"قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا"

جوش

زبیدہ۔ حمیرہ۔ صبیحہ۔ نسیمہ
چلو آج سب کو دکھادو سنیما
میری عمر کیا ہے یہ کیوں پوچھتی ہو
کہیں عشق کا جوش ہوتا ہے دھیما

شبنم

پھول سے زخموں کا مرہم ڈھونڈتی رہ جاؤ گی
اپنا ہمدرد اور ہمدم ڈھونڈتی رہ جاؤ گی
جب کبھی سورج کی کرنیں تم پہ ڈالیں گی نظر
تم مجھے اے میری شبنم ڈھونڈتی رہ جاؤ گی

عاشق

موت کی لوگ دعا مانگ رہے ہیں لیکن
علم ہو جائے جہنم کا تو ڈر جائیں گے
دھمکی معشوق کو دیتے تو ہیں عاشق سارے
"مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے"

بوڑھا

سال بھر ہو گیا گذرے ہوئے چھمو کو مگر
مجھ پہ مایوسی کا سایہ نہیں ہونے دیتے
روز کرتے ہیں نئی امی کی باتیں مجھ سے
"میرے بچے مجھے بوڑھا نہیں ہونے دیتے"

دولہا

لفنگوں لچوں کا ہاتھوں میں ہاتھ لے کے چلو
بنے ہو دولہا تو پوری برات لے کے چلو
شریف لوگ الیکشن نہیں جتا سکتے
جو جیتنا ہو تو غنڈوں کو ساتھ لے کے چلو

سامان

شادی کی لذتوں کو میں پہچان تو گیا
ارمان دل میں جو تھا وہ ارمان تو گیا
آنکھوں کی تاب دانتوں کی قوت سکونِ دل
اب میں بھی جانے والا ہوں سامان تو گیا

فوج

تم جو کہتی ہو کہ ان کو بھی دکھا دو میلہ
باپ ہونے کی سزا کیا میں اکیلا پاؤں
ایک دو ہوں تو کوئی بات نہیں ہے بیگم
بارہ بچوں کی مگر فوج کہاں لے جاؤں

شوہر

چھمّو لذیذ کھانوں کی رسیا ہے تو اگر
کس نے کہا ہے تجھ سے کہ نوکر کو رکھ کے دیکھ
بولی جمیلہ ذائقہ بن جائے گا تیرا
اس کام کے لیے ذرا شوہر کو رکھ کے دیکھ

دلہن

تدبیر کا کھوٹا ہے مقدر سے لڑا ہے
دنیا اُسے کہتی ہے کہ چالاک بڑا ہے
خود تیس کا ہے اور دلہن ساٹھ برس کی
"گرتی ہوئی دیوار کے سائے میں کھڑا ہے"

لفافہ

چار دن بعد میری تیسری شادی کا ہے دن
کہیئے دعوت یہ میری آپ کو منظور بھی ہے
آپ بھی آئیں مگر ساتھ لفافہ لے کر
"رسمِ دنیا بھی ہے موقعہ بھی ہے دستور بھی ہے"

مشاعرہ

خوب ہنستے ہیں تیرے ابا جی
اُن کو میں غم سے آشنا کردوں
میرے دل میں بس اتنی خواہش ہے
ترے گھر میں مشاعرہ کردوں

گواہ

شادی کے بعد راہِ ترقی تو بند ہے
ہاں اُن کے دل میں راہ کیے جارہا ہوں میں
بیوی سے کتنا پیار ہے مجھ کو اسی لئے
ہر سال اک گواہ کیے جارہا ہوں میں

بازی گر

کون لکھواتا ہے کس کس سے غزل
مدتوں کے بعد یہ ہم پر کھلا
سچ تو یہ ہے پردۂ آواز میں
"دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا"

سرمہ

موت کے بعد آنے سے کیا فائدہ
ساتھ ابا کو لانے سے کیا فائدہ
مر کے آئی نہیں روشنی آنکھ میں
اُس کے سرمہ لگانے سے کیا فائدہ

راز

اُن پہ مغرب کے اثر کا ہے کچھ ایسا غلبہ
راز کھُل جاتا ہے بیکار سی کچھ باتوں میں
یہی تہذیبی گراوٹ ہے تو برقع کے بٹن
"اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں"

بڑا

ایک استاد نے کہا مجھ سے
شاعری کا تجھے خدا کردوں
چربہ کرنے میں کچھ نہیں جاتا
لا ابھی میرؔ سے بڑا کردوں

تکیہ

وقت کیا بدلہ کہ چمچے بھی دغا دینے لگے
جو دُعا دیتے تھے کل تک بددُعا دینے لگے
چھِن گئی کرسی تو لیڈر پر اٹھالیں کرسیاں
"جن پہ تکیہ تھا وہی پیتے ہوا دینے لگے"

انگڑائی

سچ ہے کہ آدمی کی ہے عزت خدا کے ہاتھ
پچھتائے میرے گھر میں ذرا سا بڑھا کے ہاتھ
چار اینٹیں اُن کے کاندھے پہ ایک ساتھ گر پڑیں
"انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اُٹھا کے ہاتھ"

بے قراری

رقیبوں نے مجھے چاروں طرف سے اس طرح گھیرا
کہ میری بے بسی پر راستہ چلتوں کو پیار آیا
میں جب اُس کے محلے میں پٹا تو لڑکیاں بولیں
"بڑی مشکل سے دل کی بے قراری کو قرار آیا"

ستر

رنج شوہر کے گذر جانے کا لازم ہے مگر
بی جمالو پھر کرم اللہ میاں فرمائیں گے
عاقبت پر گر تیرا ایمان ہے تو دیکھنا
ایک کھویا ہے یہاں ستر وہاں مل جائیں گے

چشمہ

کبھی تو صحن کبھی چھت جا کے ڈھونڈتا ہوں
خود اپنی رکھی ہوئی شے بھلا کے ڈھونڈتا ہوں
اڑا دیئے ہیں محبت نے میرے ہوش و حواس
میں اپنے چشمے کو چشمہ لگا کے ڈھونڈتا ہوں

پیچھا

غصے میں آ کے میں نے کہا اپنی ساس سے
کچھ دیر میری بیوی کا پیچھا بھی چھوڑ دے
بیٹی کے ساتھ ماں مجھے تسلیم ہے مگر
"لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے"

سلام

پینے کا اہتمام کسی نے نہیں کیا
اظہار احترام کسی نے نہیں کیا
تھا میکدے میں شیخ سے ہر رند بدگماں
حد ہوگئی سلام کسی نے نہیں کیا

قبرستان

ہماری باری جب آئی تو ہم سے ڈاکٹر بولا
چلو جلدی دکھاؤ اور بھی بیمار بیٹھے ہیں
جو پہلے آئے تھے لیٹے ہیں قبرستان میں جا کر
بچے ہیں جو یہاں دو چار وہ تیار بیٹھے ہیں

طلاق

کیوں قیامت بپا کرے کوئی
دل سے دل کو جدا کرے کوئی
کہہ گیا ہوں میں تین بار طلاق
"کچھ نہ سمجھے خُدا کرے کوئی"

تانگہ

غزل گوئی کے پیچھے کیوں پڑا ہے
کوئی چھوٹا کوئی مصرعہ بڑا ہے
صدا آئی غزل جب اُس نے چھیڑی
ابے جلدی سے پڑھ تانگہ کھڑا ہے

جیب

دیکھتا کیسے اُس کا ننگا پن
صبح دی شرٹ، شام نے کر دی
جیب کترا جو سامنے آیا
میں نے خود جیب سامنے کردی

نورِ نظر

یارو کبھی کا بھی مجھے رکھا نہ حرص نے
ہر وقت رُوتا رہتا ہوں نورِ نظر کو میں
بیٹے کی جان جائے گی بچ جائیگی بہو
"یہ جانتا تو آگ لگاتا نہ گھر کو میں"

کبابی

باپ نے بیٹے کو خط لکھا کہ اے نورِ نظر
اے شرابی۔اے کبابی۔ اے جواری بدچلن
تجھ پہ اے بیٹے خدا کا قہر نازل ہو نہ جائے
"تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن!"

دُولہا

وقت نکاح ہم جو تھے دُولہا بنے ہوئے
بُلوایا عورتوں نے سلامی کے واسطے
ہم رُخصتی کے وقت یہی کہہ کے چل پڑے
"لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے"

نڈھال

یہ بارِ غم نہیں اُٹھتا کمال ہے پیارے
تو ہٹا کٹا ہے پھر بھی نڈھال ہے پیارے
ہے چند روزہ مصیبت سے اتنا خوف تجھے
یہ زندگی تو مسلسل وبال ہے پیارے

مردِ مجاہد

سالے کی بس ایک دھونس جھکا دیتی ہے سر کو
تو حوصلے میں کتنا ہے یہ جان گئے۔ ہم
چلتا نہیں خود اپنی ہی بیوی پہ ترا زور۔
"اے مردِ مجاہد تجھے پہچان گئے۔ ہم"

کمر

خیالات کی ڈور مضبوط لے کر
حسینوں کی نازک کمر باندھتے ہیں
عجب قوم ہے دوستوں شاعروں کی
"رگ گل سے بُلبل کے پر باندھتے ہیں"

تار

ہم جئیں گے نہ محبت کا اثر ہونے تک
عُمر کٹ جاتی ہے دیوار کو در ہونے تک
جیتے جی تار بھی ممکن ہے نہ تم تک پہونچے
"خاک ہوجائیں گے ہم تمکو خبر ہونے تک"

کانٹا

ایکسرے دیکھ کے بے ساختہ سرجن نے کہا
تیرے بھیجے میں بھی احساس کا کانٹا نکلا
حسُن والوں نے بہت جم کے کیا ہے پتھراؤ
”تیرے سر میں تو بڑا کام رفو کر نکلا“

شاعرہ

میرے ذوقِ ادب کو دیر میں آرام آئے گا
کہیں پچھلے پہر تک شاعرہ کا نام آئے گا
ابھی تو سلسلہ ہے شاعروں کی بے نوائی کا
”صراحی آئے گی خُم آئیگا تب جام آئے گا“

صورت

شکر ہے چھیڑ چھاڑ کی تہمت
اب کبھی اس کے سر نہیں آتی
کیسا سُرمہ لگالیا اُس نے
"کوئی صورت نظر نہیں آتی"

اضطراب

کیفیت سرور نہیں بے خودی نہیں
دل مبتلا ہے آج بہت اضطراب میں
گنّے کے رس کا مجھ کو مزا آرہا ہے کیوں
"ساقیِ نے گڑ ملا نہ دیا ہو شراب میں"

جشنِ رقیب

شیرازۂ حواس پریشاں کئے ہوئے
کب تک پھروں میں چاک گریباں کئے ہوئے
جشنِ رقیب کیوں نہ مناؤں میں اپنے گھر
"مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے"

آبرو

سلیقہ کچھ بھی نہیں تجھ کو شعر کہنے کا
غزل کی داد اگر ہم نہ دیں تو، تو کیا ہے
ہم ایسے لوگوں نے شہرت کا تاج بخش دیا
"وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے"

دیوانے

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو
کس کا یہ مصرعہ ہے مت پوچھو میاں جانے دو
صرف یہ دیکھو کہ کس شان سے پڑھتے ہیں غزل
شعر جس کے بھی یہ فرماتے ہیں فرمانے دو

لنگڑا

اوروں پہ کرم کر کے تو ہوجائے گا رُسوا
اے باغ کے مالی ہے تجھے اس کی خبر بھی
چوسہ ہو دسہری ہو سفیدہ ہو کے لنگڑا
"اے خانہ براندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی"

گدھا

بے وفاؤں کو بھی پابند وفا کہتے ہیں
سادہ دل ہوتا ہے جو اس کو گدھا کہتے ہیں
آپ تنقید کا ہرگز نہ کریں کوئی خیال
"ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں"

تیر انداز

بات تو جب ہے ملاؤ اس طرح مجھ سے نظر
جیسے ٹکرادے کوئی شمشیر سے شمشیر کو
ایسی صورت میں نشانہ کوئی بن سکتا نہیں
"کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو"

رانجھا

میں پیچھے پیچھے جس کے بہت دُور تک گیا
اس کے قریب پہونچا تو رویا نظر کو میں
جس کو میں ہیر سمجھا تھا رانجھا تھا دوستو
”حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں“

ماجرا

یہ بلاؤں کا سلسلہ کیا ہے
میری تقدیر میں لکھا کیا ہے
ہر برس ایک ساتھ دو بچے
”یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے“

دوا

فرض کیوں کر ادا کرے کوئی
کیا وفا بے وفا کرے کوئی
یہ کسی حال میں نہیں ممکن
"میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی"

شادی

شادی جو ہوگئی تو دُلہن گھر میں آئے گی
بربادیِ حیات کا ساماں کیے ہوئے
اس سے تو یہ بھلا ہے کہ ہم یونہی پاپولرؔ
بیٹھیں رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

زبان

فنکار ہم ہیں ذہن کی اُونچی اُڑان ہے
دُنیا یہ جانتی ہے ہماری جو شان ہے
بیگم کہو گی ہم کو کہاں تک بُرا بھلا
"بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں زبان ہے"

نوکر

تم کنواری رہ کے شوہر ڈھونڈتی رہ جاؤگی
دیکھ لینا زندگی بھر ڈھونڈتی رہ جاؤگی
جلد سے جلد اپنے گھر میں نوکری دے دو مجھے
ورنہ بے اُجرت کا نوکر ڈھونڈتی رہ جاؤگی

دیوانہ

یہ کہہ رہا تھا سرِ راہ ایک دیوانہ
میں کیا بتاؤں محبت میں کیا ہوا حاصل
عجیب چیز ہے ٹیڑھی نگاہ ظالم کی
"کسی کا حال بگاڑا کسی کا مستقبل"

تعمیرِ پختہ

شہرِ سُخن میں ہوتا ہے جب بھی مشاعرہ
پڑھتا نہیں ہوں میں کبھی پیمنٹ کے بغیر
تعمیر پختہ اس کو سمجھتا نہیں ہوں میں
بنتا ہے جو مکان بھی سمینٹ کے بغیر

رشک و حسد

غزلوں کے دائرے میں پڑھا جارہا ہوں میں
رستے میں ارتقا کے بڑھا جارہا ہوں میں
رشک و حسد سے دیکھ رہے ہیں مجھے رقیب
سب پر بخار بن کے چڑھا جارہا ہوں

متشاعر

شاعروں میں آج کل تھوڑے متشاعر بھی ہیں
دیکھ کر ایسوں کو محفل سے کھسک جاتا ہوں میں
آتے ہی اسٹیج پر کہتے ہیں کتنی شان سے
اب توجہ کیجئے ارشاد فرماتا ہوں میں

ڈھولک

بزم مشاعرہ میں تھے افراد تین چار
سونی پڑی ہوئی تھی یونہی بزم باوقار
اس کا سبب بھی کیوں نہ بتادوں میں آپ کو
تھا گھر میں سامعین کو ڈھولک کا انتظار

مال

شعر اچھے ہیں فن اچھا ہے کمال اچھا ہے
دیکھنا سب یہ کہیں گے کہ خیال اچھا ہے
دوستو تم کو سناؤں گا نئے شعر ابھی
"وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے"

کوچۂ جاناں

میرؔ کی عظمت و توقیر سے بیگانہ رہے
صاحب عقل نہ تھے کوچۂ جاناں والے
میرؔ کو دیکھ کے یوں دیتے تھے اکثر آواز
"ادھر آبے، ابے او چاک گریباں والے"

غافل

اندازِ بے رُخی کو کرم جانتا رہا
ترے سلوک سے کبھی بددل نہیں رہا
سہتا رہا میں جیل کی اک عمر سختیاں
"لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا"

پتھر کے صنم

کسی شاگرد نے بھی لب نہ کھولے داد کی خاطر
ہزار افسوس خود اپنے بھی پتھر کے صنم نکلے
کسی نے بھی نہیں پوچھا ترنم کے نہ ہونے سے
"بڑے بے آبرو ہو کر تیری محفل سے ہم نکلے"

تقریب

عرضِ ہنر پہ داد کی سوغات چاہیے
اس بات کے لئے مجھے اک رات چاہیے
کرلو تم اپنے گھر پہ کسی دن مشاعرہ
"تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے"

عاشقی

بال بکھرائے ہوئے سخت ہر اساں نکلا
چاک دل، چاک جگر، چاک گریباں نکلا
مجھ سا عاشق تیرا کوئی ہو کہ کم بخت رقیب
"جو تیری بزم سے نکلا وہ پریشاں نکلا"

یارانِ نکتہ داں

وہ جوشؔ ہوں کہ جگرؔ ہوں فراقؔ ہوں کہ مجازؔ
قدم ہر ایک کے اکثر اُٹھے یہاں کیلئے
جو شخص چاہے غزل آ کے مجھ سے لکھوالے
"صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے"

غالبِ و مومن

دورِ حاضر کا ہمیں غالب و مومن کہیے
ہم بلا سے کسی قابل نہیں لیکن کہیے
اپنے شاگردوں نے اس بات کو شہرت دیدی
پاپولرؔ کو ادب و شعر کا محسن کہیے

سیلابِ بلا

اس گرانی میں میرے ساتھ ہیں بارہ بچے
ٹھوکریں کھائے گا یہ قافلہ کیا میرے بعد
میری بیگم نے کبھی یہ نہیں سوچا آخر
"کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد"

دادِ سُخن

غالبِ وقت بھی دیتا ہے مجھے دادِ سُخن
آپ کی نظروں میں میری غزل اچھی نہ سہی
سب پہ چھا جاتا ہوں میں پڑھ کے ترنم سے غزل
"گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنیٰ نہ سہی"

غلط بات

باپ اور ماں کی غلط بات بھی ہنس ہنس کے سہو
چپ رہو چپ بھی رہو چپ بھی رہو چپ بھی رہو
یہ نئے دور کی تہذیب بھلا کیا جانیں
"اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو"

تلوار

بُزدل محاذِ جنگ پہ جائے تو روک دو
دم توڑدے نہ لاشوں کے انبار دیکھ کر
بلوے کا نام سن کے جو کھودے حواس بھی
"حیراں ہوں اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر"

وبال

سر پھرا کہتی ہے مجھے دنیا
اس جہاں میں مری مثال کہاں
بیوی بچوں سے مجھ کو کیا مطلب
"میں کہاں اور یہ وبال کہاں"

نجومی

میری قسمت کا ستارا ہے چمکنے والا
میرے بارے میں یہ ووٹر کا خیال اچھا ہے
اس بھروسے پہ الیکشن میں کھڑا ہوں میں بھی
"اک نجومی نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے"

ہنگامہ

یہ تصادم کا سلسلہ کیا ہے
بے وقوفی کی انتہا کیا ہے
ایک ہی باپ کے ہیں سب بیٹے
"پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے"

ٹیلی فون

اُن کا خیال چھایا ہے دل اور دماغ پر
خوابوں میں بھی مجھے نظر آتا ہے ٹیلی فون
کرتا ہوں فون ان کو تو ملتی ہے یہ سزا
ابا کی اُن کی ڈانٹ پلاتا ہے ٹیلی فون

پھول کلی

عشق میں ہم نے کس صورت سے وقت گذارا جانے ہے
تم کو نہیں معلوم بلا سے باغ تو سارا جانے ہے
لے کر اپنی پھول کلی کا نام پھرے ہیں برسوں ہم
"پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے"

خیال

تو مجھ سے کہہ رہا ہے کہ یہ میرا حال تھا
اتنی سی بات پہ تیرا لڑنا کمال تھا
وہ تیسرے کا شعر تھا جس پر ملی تھی داد
تیرا خیال تھا نہ وہ میرا خیال تھا

پٹاخہ

بیویاں دو ہیں ناک میں دم ہے
ایک سیدھی ایک میں خم ہے
اس کو چھوڑوں یا میں اُسے چھوڑوں
اک پٹاخہ ہے دوسری بم ہے

محفل

جب بھی آنکھوں سے ہم نے کام لیا
جوتیاں سر پہ کھا کے بیٹھ گئے
جتنے کانے تھے تیری محفل میں
کالا چشمہ لگا کے بیٹھ گئے

"آدمی تھے کام کے"

جیب میں جب اپنے تھے پیسے بہت
یاد آتے ہیں وہ دن آرام کے
وقت سے پہلے ضعیفی آگئی
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے"

"گھبرائیں کیا"

ڈاکٹر کو بے سبب بُلائیں کیا
ڈھونڈنے کوئی مسیحا جائیں کیا
جان خطرے میں ہے وائف کی مگر
"ہورہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا"

"منسٹر بنے گا تو"

اس مرتبہ بھی آئے ہیں نمبر تیرے تو کم
رسوائیوں کا کیا میری دفتر بنے گا تو
بیٹے کے سر پہ دیکے چپت باپ نے کہا
پھر فیل ہوگیا ہے منسٹر بنے گا تو

"ہما پروین"

اب نہ دیکھوں گا کوئی خواب حسیں
اب کروں گا نہ تم سے چھیڑ کہیں
اے میری جان اے ہما پرویں
ایک دو تین چار پانچ نہیں

سب خطائیں میری معاف کرو
آئینہ اپنے دل کا صاف کرو

"عاشقی کا شکنجہ"

ساغؔر بھی پاپوؔلر بھی دلاور فگاؔر بھی
کیفؔی بھی رام لال فسانہ نگار بھی
دلّی کے پیرزادۂ عالی وقار بھی
احمؔد فراز اور جناب خماؔر بھی
جو لوگ عاشقی کے شکنجے میں کس گئے
جا جا کے سب اُسی کے محلے میں بس گئے

”عبادت گذار“

وہ محترم ہے بہت، ذی وقار بھی ہے بہت
میں جانتا ہوں کہ پرہیز گار بھی ہے بہت
یہ بات سچ ہے عبادت گذار بھی ہے بہت
وہ سیدھا سادا مگر ہوشیار بھی ہے بہت

خلافِ شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اُجالے میں چوکتا بھی نہیں

نظمیں

نیا بنجارہ نامہ

اس باپ سے ناطہ توڑ لیا، جس باپ کا تھا بیحد پیارا
تو مال ہڑپ کر بیٹھا ہے، روتا ہے خسر بھی بیچارا
دستوں میں آگ ہی نکلے گی، کھائے گا اگر تو انگارا
تو مال اور دھن کے چکر میں پھرتا ہے عبث مارا مارا
سب ٹھاٹ پڑارہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

کیا فائدہ رسوا ہونے سے رسوائی کا آغاز نہ کر
جس حال میں تو ہے اچھا ہے اب آرزوئے اعزاز نہ کر
خوابوں کی انوکھی دنیا میں، تو حد سے سوا پرواز نہ کر
دولت سے وفا ناممکن ہے دولت پہ زیادہ ناز نہ کر
سب ٹھاٹ پڑارہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

شوہر کی تباہی کی خاطر، بس ایک ہی عورت کافی ہے
یہ بات نہ سب پر ظاہر ہو تو صاحب دولت کافی ہے
دس بیس عمارت کیا ہونگی، بس ایک عمارت کافی ہے
انجام سمجھنے کی خاطر شداد کی جنت کافی ہے
سب ٹھاٹ پڑارہ جائے گا جب لاد چلے بنجارا

چھ کاریں ہیں، وہ کاروں کو خیرات میں دے دے اچھا ہے
تو قوم کے خدمتگاروں کو خیرات میں دے دے اچھا ہے
جو کچھ ہے وہ غم کے ماروں کو خیرات میں دے دے اچھا ہے
تو اپنی زمیں ناداروں کو خیرات میں دے دے اچھا ہے
سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے بنجارا

لینی ہیں دُعائیں تجھ کو اگر ہر موڑ پہ پائپ لگوادے
ٹوٹی ہوی نالی بنوادے کھودا ہوا نالا بنوادے
وہ جس کا سہارا کوئی نہیں تو سر پہ دوپٹہ ڈلوادے
میکے میں جو روتی ہے اس کو تو گھر کا رستہ دکھلادے
سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے بنجارا

سنتا ہوں کمائی ہے تیری دو چار ارب اللہ اللہ
حیرت ہے گناہوں پر تیرے ٹوٹا نہ غضب اللہ اللہ
پھیلا ہوا دھندہ ہے تیرا تاحدِ عرب اللہ اللہ
دنیا کی محبت چھوڑ کے تو اچھا ہے کر اب اللہ اللہ
سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے بنجارا

بیچارا مشاعرہ

برسوں کے بعد کل جو ہوا تھا مشاعرہ
ہوٹنگ کی نذر ہوگیا سارا مشاعرہ
دیکھا نہ تھا کبھی کہیں ایسا مشاعرہ
تھا اپنی نوعیت کا انوکھا مشاعرہ
شاعر تمام نشہ غفلت میں چور تھے
یہ حال تھا تو کون جگاتا مشاعرہ
ہر سمت سامعین یہ کہتے سنے گئے
قوالیوں کی بزم ہے یہ یا مشاعرہ
منظر ہر اک نگاہ میں تھا رقصِ جام کا
آئینہ میکدے کا تھا گویا مشاعرہ
آمادہ تھا نہ کوئی نظامت کے واسطے
خود صدر محترم نے چلایا مشاعرہ
وہ پڑھ گیا تھا حضرتِ غالب کی اک غزل
آغاز جس نے آکے کیا تھا مشاعرہ
ہر شخص بزم شعر میں تھا قہقہوں میں گم
جیسے کہ بن گیا تھا تماشا مشاعرہ

جب پاپوؔلر نے شعر سنائے مزاح کے
تب جا کے تھوڑا رنگ پہ آیا مشاعرہ
اہلِ غزل تو کر گئے ماحول کو خراب
میں نے ہی بار بار سنبھالا مشاعرہ
تھا پوسٹر میں کیفیؔ و مجروحؔ کا بھی نام
محروم دونوں سے تھا بیچارا مشاعرہ
اعلان تو جناب خمارؔ وفاؔ کا تھا
لیکن بغیر ان کے ہوا تھا مشاعرہ
شاعر تمام کرتے تھے اک دوسرے پہ طنز
تھا جیسے شاعروں کا اکھاڑا مشاعرہ
بزمِ سخن میں حضرت بیداد تھے مگر
کچھ کر نہ پائے وہ بھی جو سویا مشاعرہ
مہمان شاعروں کا عجب حال زار تھا
پایا نہ اُس کو جس نے کیا تھا مشاعرہ
سب اپنے شہر لوٹ گئے اس دُعا کے بعد
اللہ اب نہ دیجیو ایسا مشاعرہ

چلو دلدار چلو

ہے بہت موڈ میں اس وقت دلِ زار چلو
تم مرے ساتھ چلو اور لگاتار چلو
بھاڑ میں ڈالو ہر وقت کی دیوار چلو
کہیں گمراہ نہ ہوجائے یہاں پیار چلو
ہم ہیں جب دونوں محبت میں گرفتار چلو
چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو
یہ جو دنیا ہے یہ ہم کو نہیں ملنے دے گی
عمر بھر اپنی جگہ سے کہیں ہلنے دے گی
عشق کے چاکِ گریباں کو نہ سلنے دے گی
پیار کے غنچوں کو ہرگز نہیں کھلنے دے گی
ایسے عالم میں مناسب نہیں انکار چلو
چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو
ڈالتے رہتے ہیں ڈورے یہ زمانے کہ حسیں
اپنی نظروں میں ہیں ایسے کئی غارت گر دیں
تم کو اس بات کا احساس کوئی ہے کہ نہیں
دل نہ پڑجائے کسی غیر کے چکر میں کہیں

مری مانو تو ابھی چھوڑ کے گھر بار چلو
چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو

رہ کے اس دنیا میں تم نے ابھی دیکھا کیا ہے
بس یہ سوچو کہ محبت کا تقاضہ کیا ہے
رشتے داروں کی عنایت کا بھروسہ کیا ہے
ساتھ ہم ہیں جو تمہارے تمہیں کھٹکا کیا ہے
اب تو رہنے دو بہت ہو چکی تکرار چلو
چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو

خوف رُسوائی کوئی چاند کی دنیا میں نہیں
فکرِ تنہائی کوئی چاند کی دنیا میں نہیں
اور سودائی کوئی چاند کی دنیا میں نہیں
آپ کا بھائی کوئی چاند کی دنیا میں نہیں
خوش نصیبی کے نظر آتے ہیں آثار چلو
چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو

چاند کے پار سنا ہے کہ فضا اچھی ہے
سرخ ہو جاؤ گی تم آب و ہوا اچھی ہے
جس جگہ ہم ہیں یہاں سے تو ذرا اچھی ہے
مان لو رائے ہماری بخدا اچھی ہے
آئے دن تم تو یہاں رہتی ہو بیمار چلو
چلو دلدار چلو چاند کے پار چلو

اُمیدوار میں بھی ہوں

میں بیقرار ہوں مدت سے ممبری کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

میں ایک عمر سے ہوں مفلسی کی چادر میں
نہیں ہے روکھی بھی روٹی مرے مقدر میں
میرا سفینہ ہے آلام کے سمندر میں
میں ایک بوجھ ہوں خود اپنی فیملی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

ٹکٹ کے واسطے غیرت بھی بیچ سکتا ہوں
میں خاندان کی عزت بھی بیچ سکتا ہوں
بکے تو اپنی شرافت بھی بیچ سکتا ہوں
مجھے سکون ہے درکار زندگی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

نوازو صرف مجھے مہربانی فرما کر
میں وعدہ کرتا ہوں اک اک سے قسم کھا کر
کہ پانچ سال سے پہلے یہاں کبھی آکر
بنونگا باعث زحمت نہ میں کسی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کیلئے

ہر ایک طرح کی تگڑم سے آشنا ہوں میں
جو رہزنوں سے نہیں کم وہ رہنما ہوں میں
ملی جو کرسی تو پھر دیکھنا کہ کیا ہوں میں
ہزار راہیں ملینگی شکم پُری کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

فریب دینے کی فطرت کوئی حرام نہیں
میری نگاہ میں رشوت کوئی حرام نہیں
رقم ملے کسی صورت کوئی حرام نہیں
بہت ضروری ہے رشوت یوں آدمی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

کروں گا قبضہ میں خالی پڑی زمینوں پر
نہ آئے تاکہ شکن آپ کی جبینوں پر
رہے گی خاص نوازش میری حسینوں پر
عوامی کام کروں گا عوام ہی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

کرے گا قتل بھی کوئی تو میں بچالوں گا
اُسے پناہ میں اپنی میں خود چھپالوں گا
اسی بہانے میں اچھی رقم کمالوں گا
مجھے ترسنا پڑے گا نہ پھر خوشی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

کسی کا بھی ہو عبادت کدہ میں ڈھادوں گا
جہاں بھی ہوگی عمارت کھنڈر بنادوں گا
میں جھگڑا مندر و مسجد کا بھی مٹادوں گا
میں ایکتا کا پجاری ہوں ہر کسی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلا دو اسمبلی کیلئے

وہ سکھ ہو ہندو مسلمان یا ہو عیسائی
مری نظر میں سب ایسے ہیں جس طرح بھائی
اگر کسی پہ کسی قسم کی بلا آئی!
میں خیر خواہ نظر آؤں گا سبھی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

ہنسو نہ اس پہ کہ اُمیدوار گنجا ہے
کہ سخت میرے خیالات کا شکنجا ہے
جو چلنے دے نہ کسی کو وہ میرا پنجا ہے
میں اچھا شخص ہوں ہر اچھے آدمی کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

ہنر پرست ہوں ہر صاحب ہنر کی قسم
فراقؔ و جوشؔ کی اصغرؔ کی اور جگرؔ کی قسم
ہلالؔ و ناظمؔ و شہبازؔ و پاپولرؔ کی قسم
میں کام آؤں گا شاعر برادری کیلئے
ٹکٹ مجھے بھی دلادو اسمبلی کیلئے

گلے باز شاعر

گلے بازی کیلئے ملک میں مشہور ہیں ہم
شعر کہنے کا سوال آئے تو مجبور ہیں ہم
اپنے اشعار سمجھنے سے بھی معذور ہیں ہم
فن سے غالبؔ کے بہت دور بہت دور ہیں ہم

اپنی شہرت کی الگ راہ نکالی ہم نے
کسی دیواں سے غزل کوئی چرالی ہم نے

سرقۂ فن پہ سبھی صاحب فن جھوم اٹھے
شعر ایسے تھے کہ ارباب سُخن جھوم اٹھے
لالہ رخ جھوم اٹھے شعلہ بدن جھوم اٹھے
شیخ جی جھوم اٹھے لالہ مدن جھوم اٹھے

اپنی آواز کا ہم نے نے یہ کرشمہ دیکھا
کیفیؔ صاحب کا بھی اترا ہوا چہرہ دیکھا

طرحی بزم سخن جب ہوئی برپا کوئی
سرخ روئی کا نہ رستہ نظر آیا کوئی
آخرش ڈھونڈلیا ہم نے بہانا کوئی
کیوں نہ کی شرکت محفل یہ نہ سمجھا کوئی

کل جو قائم تھا ہمارا وہ بھرم آج بھی ہے
یعنی اللہ کا مخصوص کرم آج بھی ہے
کہیں نو سو ہمیں ملتے ہیں کہیں ڈیڑھ ہزار
چاہنے ولے ہیں اتنے کہ نہیں کوئی شمار
اک اک شعر کو پڑھواتے ہیں سب دس بار
یا الٰہی نہ ہو آواز ہماری بیکار
ہوگی آوازِ جو بیکار تو مرجائیں گے
"مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے"
روز رہتے ہیں سفر میں ہمیں سب جانتے ہیں
نازشؔ و حافظؔ و خیامؔ ہمیں مانتے ہیں
کتنےؔ ہی غالبؔ دوراںؔ ہمیں گردانتے ہیں
نورؔ بھیا ہوں کہ تاباںؔ سبھی پہچانتے ہیں
روز ہوتے ہیں وطن میں ادبی ہنگامے
ایک دن میں کئی آجاتے ہیں دعوت نامے
آزمایا گیا اک دن سرِ محفل ہم کو
جب کسی نے نہیں سمجھا کسی قابل ہم کو
لوگ کہنے لگے ہر سمت سے جاہل ہم کو
اس شرارت نے کچھ اتنا کیا بددل ہم کو
دیکھتے ہیں ہمیں نفرت سے زمانے والے
ہو کہیں بزم سخن ہم نہیں جانے والے

اکیسویں صدی

فریاد کرنے والوں کے کام آرہے ہیں ہم
لنکا میں جھنڈا امن کا لہرا رہے ہیں ہم
دنیا کو اپنا حوصلہ دکھلا رہے ہیں ہم
آپس میں اپنی قوم کو لڑوا رہے ہیں ہم
اکیسویں صدی کی طرف جا رہے ہیں ہم

خورشید آرزو کی کرن بیچتے ہوئے
ہے جس میں آشیاں وہ چمن بیچتے ہوئے
غیروں کے ہاتھ رازِ وطن بیچتے ہوئے
کرسی پہ کتنی شان سے منڈلا رہے ہیں ہم
اکیسویں صدی کی طرف جا رہے ہیں ہم

فتنہ کہیں اٹھا ہے تو کیا گھر کی بات ہے
خاطر شکن فضا ہے تو کیا گھر کی بات ہے
کشمیر جل رہا ہے تو کیا گھر کی بات ہے
ہٹلر کی داستان کو دہرا رہے ہیں ہم
اکیسویں صدی کی طرف جا رہے ہیں ہم

امریکہ اور روس کی خیرات کی قسم
تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی رات کی قسم

ہر روز ہونے والے فسادات کی قسم
دُنیا کو ایکتا کی طرف لارہے ہیں ہم
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

پاک اور بنگلہ دیش خفا ہے تو کیا ہوا
تبت کو چین چھین چکا ہے تو کیا ہوا
نیپال آج ہم سے خفا ہے تو کیا ہوا
بتلاؤ اس کے باپ کا کیا کھارہے ہیں ہم
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

بیکار ہے یہ رنج کہ ہے کوئی پائمال
یہ فکر کس لئے ہے کہ روشن نہیں ہے حال
بس ارتقا کی دوڑ میں اتنا رہے خیال
بھارت کو انترکشٗ میں لے جارہے ہیں
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

دشمن نہیں ہیں امن کے ہم مان جایئے
قاتل کسی کے ہم نہیں پہچان جایئے
نیتا کے اس بیان پہ قربان جایئے
بوفورس میں دلالی کہاں کھارہے ہیں ہم
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

مخصوص اضطراب کا عالم لئے ہوئے
ہاتھوں میں اپنے امن کا پرچم لئے ہوئے

غارت گری کا دل میں نیا غم لئے ہوئے
دُنیا میں پر وقار نظر آرہے ہیں ہم
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

سمجھو ذرا بغور ہمارے بیان کو
چھو کر ترقیوں کے بلند آسمان کو
دیکر زبان وعدوں کی اردو زبان کو
سلجھے ہوئے دماغوں کو الجھا رہے ہیں ہم
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

مسجد کو توڑنے کا ارادہ کبھی نہ تھا
مندر بنایا جائے یہ سوچا کبھی نہ تھا
مذہب سے اپنا کوئی بھی رشتہ کبھی نہ تھا
لڑتے کہاں ہیں لوگوں لڑوا رہے ہیں ہم
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

قاتل ہمارے ساتھ مسیحا ہمارے ساتھ
ہے کتنے اعتماد سے جنتا ہمارے ساتھ
پبلک کا ٹھاٹھیں مارتا دریا ہمارے ساتھ
ہستی بے ثبات پہ اترا رہے ہیں ہم!
اکیسیوں صدی کی طرف جارہے ہیں ہم

شہر چھوڑ جاؤں گا

اک تم ہی ہوتیں جان کی دُشمن
پھر مجھے کوئی فکر ہی کیا تھی
سازشیں روز کرتے رہتے ہیں
میری سالی بھی میرے سالے بھی
کل سرِ شام ہی کی بات تو ہے
تیرے ابا نے مجھ کو گالی دی!
شاعروں میں ذلیل کرنے کو
مجھ پہ پھینکے گئے ٹماٹر بھی

اب تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
لوٹ کر پھر کبھی نہ آؤں گا

اے مری گل بدن کی بہری ماں
سن لیا تو نے کیا کہا میں نے
جوتے کھانے کی کوئی حد بھی ہے
پالیا عشق کا صلہ میں نے
تہمتیں ساری کرگیا برداشت
سن لیا سب برا بھلا میں نے
روک سکتا نہیں کوئی مجھ کو
کرلیا ہے یہ فیصلہ میں نے

اب تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
لوٹ کر پھر کبھی نہ آؤں گا

اب ترے شہر کا یہ عالم ہے
ہوتے رہتے ہیں بے سبب بھی فساد
شیشۂ دل کسی کا صاف نہیں
عام ہے بغض، کینہ، اور عناد
داد کی جن سے کچھ توقع تھی
وہ بھی کرنے لگے ہیں اب بے داد
کرفیو کا ہی خوف رہتا ہے
روز رہتا ہے خطرۂ اُفتاد
اب تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
لوٹ کر پھر کبھی نہ آؤں گا

ہائے میری برادری کے لوگ
دیکھتے ہیں مجھے رقابت سے
میں نے جن کو محبتیں دی ہیں
وہ بھی تکتے ہیں چشم نفرت سے
سابقہ مجھ کو پڑتا رہتا ہے
روز اک فتنہ قیامت سے
ذلتیں آئے دن کروں برداشت
باز آیا میں ایسی ہمت سے
اب تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
لوٹ کر پھر کبھی نہ آؤں گا

جس پہ نازاں ہیں تیرے رشتے دار
وہ جہالت کہاں سے لاؤں میں
روز روز اپنے سر کو تڑواؤں
ایسی ہمت کہاں سے لاؤں میں
جس کے منہ سے میں گالیاں دلواؤں
ایسی عورت کہاں سے لاؤں میں
سب سے میں ایک ساتھ بھڑ جاؤں
وہ شجاعت کہاں سے لاؤں میں

اب تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
لوٹ کر پھر کبھی نہ آؤں گا

کاروبار فریب میں گم ہیں
رہبرانِ وطن سے جی گھبرائے
ڈھونڈھتے رہتے ہیں بنائے فساد
شیخ اور برہمن سے جی گھبرائے
مشاعر ہے کون شاعر کون
بحثِ اہلِ سخن سے جی گھبرائے
پاپولر ہوٹلوں میں جاؤں اگر
تو سیاست کے فن سے جی گھبرائے

اب تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا
لوٹ کر پھر کبھی نہ آؤں گا

آج کے شاعر

تان سین ایسی تان رکھتے ہیں
اپنے سینے میں جان رکھتے ہیں
جو بڑی آن بان رکھتے ہیں
ساتھ میں پان دان رکھتے ہیں
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

جب بھی بزم سخن میں جاتے ہیں
بے ارادہ ہی گنگناتے ہیں
اہمیت اپنی یوں جتاتے ہیں
خود کو اُستاد کہتے جاتے ہیں
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

بات کرنے کا بھی نہیں ہے شعور
جنکی نالج ہے بس جناب و حضور
عقل سے دور فہم سے مجبور
فکر کے زخم شعر کے ناسور
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

بس جہالت پہ ناز کرتے ہیں
وقتی عزت پہ ناز کرتے ہیں
جھوٹی عظمت پہ ناز کرتے ہیں
سستی شہرت پہ ناز کرتے ہیں
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

آنکھ میں ڈھیٹ میل کانوں میں
بیٹھے رہتے ہیں چائے خانوں میں
درج ہیں نام جن کے تھانوں میں
جو غزل بیچتے ہیں پانوں میں
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

کبھی سودا کا میر کا چربہ
کبھی داغ و امیر کا چربہ
یا وسیم و نظیر کا چربہ
حد تو یہ ہے حقیر کا چربہ
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

دیدہ ور کے بھی جو مخالف ہیں
کم نظر کے بھی جو مخالف ہیں
ہمسفر کے بھی جو مخالف ہیں
پاپولر کے بھی جو مخالف ہیں
ایسے شاعر بھی ہم نے دیکھے ہیں

مشورہ

زندگی کی راہ میں بیکار رہنا ہے گناہ
مجھ سے اب دیکھا نہیں جاتا ترا حال تباہ
کوئی بزدل کا نہیں ہوتا جہاں میں خیر خواہ
موت کی وادی میں کھو جانا ہے رسوائی کی راہ
خود کشی کے واسطے تیار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بے کار کیوں ہے کچھ تو کر

تو ببولوں کی کٹیلی شاخ پر بیلے لگا
جنگلی بوٹی پہ کر کے تبصرے میلے لگا
کچھ نہ بن پائے تو پھر بازار میں ٹھیلے لگا
سنترے یا سیب یا انگور یا کیلے لگا
زندگی کی راہ ناہموار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بے کار کیوں ہے کچھ تو کر

یہ جتادے اب کہ فنکاری میں تو ہے بے مثال
مار کے ڈینگیں دکھا دے بے کمالی کا کمال
سب کے ذہنوں پر بٹھا دے حسنِ مستقبل کا جال
تو نجومی بن کے یاروں کو بتا قسمت کا حال

ڈبل رول

اس قدر مایوس اور ناچار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بے کار کیوں ہے کچھ تو کر

ہر مرض کا صرف ہے تعویذ سے ممکن علاج
دیکھئے جس کو بھی صوفی جی کا دیوانہ ہے آج
گردشِ ایام خود اپنا بدل دے گی مزاج
کیا عجب بھر دے تیرا دامن عقیدت کا خراج

مفت میں رسوا سرِ بازار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بے کار کیوں ہے کچھ تو کر

لیکے چل روزانہ چندے کی رسیدیں ہاتھ میں
ہے روا ہر قسم کی روزی بُرے حالات میں
تو کہیں بھی جھول آنے دے نہ اپنی بات میں
روشنی کچھ تو ضروری ہے اندھیری رات میں

کام کچھ کرنے سے تو بیزار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بے کار کیوں ہے کچھ تو کر

کون کہتا ہے کہ تو یوں مفلسی کا غم اٹھا
بن کے نیتا قومی یکجہتی کا تو پرچم اٹھا
نازِ جنتا کا ہر اک عالم میں تو پیہم اٹھا
رہبری کا فائدہ زائد اٹھا یا کم اٹھا

خود ہی بربادی کا ذمے دار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بے کار کیوں ہے کچھ تو کر

دھوپ سے پیچھا چھڑا، سائے میں آکر بیٹھ جا
زندگی بھر کیلئے دولت کما کر بیٹھ جا
بنک سے تو قرض لے لے اور دبا کر بیٹھ جا
یا کسی زردار کے چونا لگا کر بیٹھ جا
اپنے دادا کی طرح نادار کیوں ہے کچھ تو کر
اے مرے لختِ جگر بیکار کیوں ہے کچھ تو کر

"پاکباز"

سچ تو یہ ہے کہ خود لفنگے ہیں
پھونکنے والے جھاڑنے والے
چاہے جیسی نگاہ سے دیکھیں
تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

میر و غالب

ایک شاعر نے غزل بھیجی کسی اخبار میں
تاکہ شہرت ہو ادب کے معتبر بازار میں
کچھ دنوں تو اُس کو چھپنے کا رہا اک انتظار
پہنچا آخر مالک اخبار کے دربار میں
ہو کے برہم جاتے ہی شکوہ ایڈیٹر سے کیا
یہ تو بتلائیں کمی کیا تھی مرے اشعار میں
آپ کو یہ کیا خبر تھا مجھ کو کتنا اضطراب
نیند ہفتوں تک نہ آئی دیدۂ بیدار میں
یہ ایڈیٹر نے کہا میں چھاپتا کیسے غزل
وہ بلندی ہی نہ تھی جو چاہئے افکار میں
شعر کوئی خانہ دل میں اُتر تا ہی نہیں
نامناسب یہ کمی ہے کاوشِ فنکار میں
جس کو کہتا ہے زمانہ غیر معیاری کلام
چھپ نہیں سکتا کبھی ہرگز میرے اخبار میں
سن کے اس ریمارک کو مغموم شاعر نے کہا
میرِ و غالب بھی نہیں کچھ آپ کے دربار میں
کلیاتِ میر سے لکھ کر غزل لایا تھا میں
آہ وہ بھی چھپ نہ پائی آپ کے اخبار میں

پھٹا نیکر

شہر میں آیا کہیں سے ایک بیچارا غریب
جس کے ننگے جسم کو تھی اک پھٹی نیکر نصیب

دیکھتا کیا ہے عمارت اک کھڑی ہے شاندار
لکھا ہے عبداللہ بلڈنگ جس پہ یارو پروقار

جب بڑھا آگے تو پھر عبداللہ ہوٹل آگیا
جس کی رونق دیکھ کے کچھ دیر کو چکر آگیا

چلتے چلتے راہ میں عبداللہ فارم آگیا
جس کے پھیلاؤ کو دیکھا دیکھتا ہی رہ گیا

اور جب آگے بڑھا عبداللہ کالونی ملی
بس یہاں سے جیسے اس کی کھوپڑی ہی پھر گئی

ایسا کھسیایا وہ یکطرفہ عطائیں دیکھ کر
جیسے جھنجھلائے کوئی اپنی خطائیں دیکھ کر

اپنے نیکر کو اتارا اُس نے. چلتے روڈ پر
اور بولا آسماں کی سمت نیکر پھینک کر

یا خدا کرتا ہوں اس کچھے پہ لے میں آخ تھو
دے دے عبداللہ کو یہ میرا پھٹا نیکر بھی تو

"سب جیل میں ہیں"

ایک جیلر نے کیا یہ ایک قیدی سے سوال
تراہمدم اس بھری دنیا میں کیا کوئی نہیں

کیوں کوئی آتا نہیں ہے تجھ سے ملنے کیلئے
اک تو ہی ایسا ہے جس کو پوچھتا کوئی نہیں

بولتا کیوں جھوٹ وہ قیدی نے جیلر سے کہا
جیل سے باہر ہمارا آشنا کوئی نہیں

جتنے رشتے دار ہیں میرے یہیں موجود ہیں
اس طرف محمود وہ مقصود وہ مسعود ہیں

اہتمام ولیمہ

زبیدہ، حمیرہ، صبیحہ، نسیما
چلو آج سب کو دکھادوں سنیما
ہوئی شیخ صاحب کی چھ بار شادی
نہ اب تک ہوا، اہتمام ولیمہ

جو بازو کی طاقت پہ نازاں بہت ہیں
بنادوں گا میں اُن رقیبوں کا قیمہ
خدا جانے کب حادثہ پیش آئے
محبت سے پہلے کرا اپنا بیمہ

بہت پہلے ہوجائیں گے بچے بالغ
بس اُن کو دکھاتے رہو تم سنیما
میری عمر کیا ہے یہ کیوں پوچھتے ہو
کہیں عشق کا جوش ہوتا ہے دھیما

پہن کر زنانوں کے کپڑے پھرے ہے
تجھے میں کریمن کہوں یا کریما......
بلا کی پلائی تھی ساقی نے کل شب
سرور اب بھی ہے پاپولر دھیما دھیما

وحشت دل

اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں
پہلی بار آئی دُلہن سسرال وہ بھی بے نقاب
شرم آنکھوں سے جھلکتی ہے نہ ہے چہرے پہ آب
جیسے رُخ پر جھریاں ہوں جیسے بالوں میں خضاب
کر کراسا ہوگیا شادی کا حاصل کیا کروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں
کان کس کے گرم کردوں چانٹا کس کے جھاڑ دوں
کس کا دامن پھاڑدوں کس کا گریباں پھاڑدوں
محفل احباب میں وحشت کا جھنڈا گاڑدوں
شرپسندوں کا ہے اک ریلا مقابل کیا کروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں
کس کو میں بیکار کردوں کس کی آنکھیں پھوڑدوں
کس کے بازو کاٹ دوں کس کی کلائی موڑدوں
سب مخالف ہیں یہاں کس کس کے سر کو پھوڑدوں
بڑھ رہیں ہیں الجھنیں منزل بہ منزل کیا کروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

بے عمل ہیں پھر بھی کہتے ہیں کہ دینداروں میں ہیں
پارسا کہتے ہیں خود کو جو ستمگاروں میں ہیں
سُرخ دھبے خون کے گلیوں میں بازاروں میں ہیں
ہر طرف مجھ کو نظر آتے ہیں قاتل کیا کروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

اپنی بیکاری سے تنگ آ کے جو میں مرنے گیا
جس گھڑی میں نے پہاڑی سے تھا چاہا کودنا
اپنی باری پہ مریں یہ ایک صاحب نے کہا
جینا ناممکن ہے مرنا بھی ہے مشکل کیا کروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

شاعروں کے قرب کو اچھا سمجھتی ہی نہیں
میں کہ شوہر ہوں مجھے اپنا سمجھتی ہی نہیں
شہر میں رتبہ ہے جو میرا سمجھتی ہی نہیں
روز بیوی سے مری ہوتی ہے کل کل کیا کروں
اے غمِ دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

میں وزیر ہوں

یارو مجھے سلام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کرو میں وزیر ہوں
محسوس کر رہا ہوں میں خود کو تھکا ہوا
رُخ پر نقاب گرد سفر ہے پڑا ہوا
مجھ پر نہیں شراب کا نشہ چڑھا ہوا
کم ہمتی کا مجھ سے ہے رشتہ جڑا ہوا
تم پہلے نذر جام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کروں میں وزیر ہوں
دولت کسی بھی طرح سے آئے سمیٹ لو
ہاتھ آئے پھر نہ ہاتھ سے جائے سمیٹ لو
دامن میں جس قدر بھی سمائے سمیٹ لو
کیوں غیر اپنا ہاتھ بڑھائے سمیٹ لو
پیغام میرا عام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کروں میں وزیر ہوں
سر پر نہیں ہے تاج مگر میں ہوں تاجدار
ایسا کرو کہ باقی رہے میرا اقتدار
کچھ مجھ سے فیض اٹھالو عزیزانِ باوقار
چمکا دُ روز میری سیاست کا کاروبار

روشن خود اپنا نام کرو میں وزیز ہوں
کچھ خاص اہتمام کروں میں وزیر ہوں

دکھڑا مجھے سناتے ہو یہ کیا مذاق ہے
ٹھلوؤں کو ساتھ لاتے ہو یہ کیا مذاق ہے
تحفے بغیر آتے ہو یہ کیا مذاق ہے
سر بھی یہیں کھجاتے ہو یہ کیا مذاق ہے

نیندیں نہ تم حرام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کرو میں وزیر ہوں

کیا نذر پیش کرنے کی بھی اہلیت نہیں
اتنی بڑی دوکان اور انسانیت نہیں
انکار اگر کروگے تو پھر خیریت نہیں
دو چار چپلوں کی کوئی حیثیت نہیں

طے مجھ سے تم نہ دام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کرو میں وزیر ہوں

تم میرا بوجھ سر پہ اُٹھا کر لئے چلو
ہے میرا بنگلہ چند قدم پر لئے چلو
آتا ہے مجھ کو دیر سے چکر لئے چلو
یہ بکس ہولڈال پہ بستر لئے چلو

اتنا تو احترام کرو میں وزیر ہوں
کچھ خاص اہتمام کرو میں وزیر ہوں

زلزلہ

زلزلہ آتا تھا آئے دن کسی اک شہر میں
جوش کچھ بڑھتا ہی جاتا تھا خدائی قہر میں
زلزلہ آتا رہا، آتا رہا آتا رہا
شہر والوں کا بالآخر حوصلہ جاتا رہا
ایک گھر کے سرپرستوں نے کیا مل جل کے طے
جانے کب ہو جائے کیا یہ زندگی خطرے میں ہے
لازمی ہے اس فضا میں ہم سب اتنا ہی کریں
چھوٹے چھوٹے بچوں کو ماموں کے گھر پر بھیج دیں
کم سے کم ان کم سنوں پر تو وبال آنے نہ پائے
اپنا جو بھی حشر ہو ان پر زوال آنے نہ پائے
الغرض بچوں کو ماموں کے یہاں پہونچا دیا
تھا جہاں امکاں حفاظت کا وہاں پہونچا دیا
گھر کی ہر اک شے تھی بچوں کی شرارت کا شکار
آگیا دو چار دن کے بعد ہی ماموں کا تار
بچوں کو واپس بلا کر مجھ پہ یہ احساں کریں
ان کے بدلے میرے گھر میں زلزلوں کو بھیج دیں

حوصلہ

ہوئی جو میری ملاقات ایک شاعر سے
کچھ اس طرح سے ہوئی بات ایک شاعر سے
کہا جو میں نے یہ اُن سے کہ کچھ سنایئے گا
تو ہنس کے بولے کسی روز گھر پہ آیئگا
کہا یہ میں نے کہ گھر کیا ہے اس زمانے میں
زمانہ شعر سناتا ہے چائے خانے میں
وہ بولے چائے کی پیالی میں کیا بھلا ہوگا
غریب خانے پہ آؤ تو ناشتہ ہوگا
وہ اور ہیں جو سر راہ گنگناتے ہیں
چھچھورے لوگ سڑک پر غزل سناتے ہیں
گلی محلوں میں مقبول ہے کلام میرا
بشر بدر سے آگے لکھا ہے نام میرا
محلے والے بھی واقف دو کان والے بھی
پتہ ہمارا بتادینگے پان والے بھی
وہ دن بھی آیا کہ ہم اُن کے در پہ جا پہنچے
تھی شعر سننے کی چاہت تو گھر پہ جا پہنچے

ذرا سی دیر میں بیگم نے بھیج دی چائے
اسی کے ساتھ وہ گٹھری اُٹھا کے لے آئے

میں سمجھا کپڑے میں دھوبی کے جانے والے ہیں
وہ بولے شعر ہیں تم کو سنانے والے ہیں

شعورِ فکر کی دولت تمہارے سامنے ہے
یہ ایک سال کی محنت تمہارے سامنے ہے

قطعہ رباعی غزل یا سلام پیش کروں
بتاؤ کون سے سن کا کلام پیش کروں

کہا یہ میں نے کہ غزلوں کا ڈھیر دیکھ لیا
ورق ورق نہیں دس بیس سیر دیکھ لیا

یہ کہہ کہ دوڑ پڑا میں بلا کو ٹلنے دو
ذرا سی دیر مجھے اپنا دل سنبھلنے دو

یہ وعدہ کرتا ہوں کچھ حوصلہ جٹاؤں گا
جو خیریت سے رہا اگلے سال آؤں گا

بس کر اللہ

دھوم کے ساتھ ایک ملاجی کی جب شادی ہوئی
گل فشاں پیہم بہارِ خانہ آبادی ہوئی
ایک درجن پھول جب دامن کی زینت بن گئے
یعنی بارہ چاند گھر آنگن کی زینت بن گئے
رحمت اللہ شوکت اللہ، برکت اللہ تھا کوئی
عظمت اللہ، حشمت اللہ، حکمت اللہ کوئی
تھا سمیع اللہ، شفیع اللہ، کریم اللہ، کوئی
تھا عتیق اللہ، شفیق اللہ، نعیم اللہ کوئی
الغرض جب حد سے آگے سلسلہ جاری ہوا
بچوں کی کثرت کا ملاجی پہ غم طاری ہوا
آخر آخر تیرہویں بچے کا نمبر آگیا
بڑھ گیا خرچ اور پستی میں مقدر آگیا
فکر ملاجی کو تھی کیا نام رکھنا چاہیے
صبح رکھنا چاہئے یا شام رکھنا چاہیے
اپنے مخلص دوستوں سے مشورہ کرنے لگے
اور دل ہی دل میں نس بندی کا دم بھرنے لگے
سلسلہ اللہ کی نسبت کا قائم ہی رہا
نام ملانی نے خود ہی بس کر اللہ رکھ دیا

مطالبہ

عشق ادب جو یاروں میں بیدار ہو گیا
بزم سخن کا شہر میں پرچار ہو گیا
بس دو ہی دن میں لگ گئے بینر جگہ جگہ
بٹنے لگیں رسیدیں بھی چھپ کر جگہ جگہ
لازم تھا ہر رسید کی کاپی پہ اک ہزار
اس سے زیادہ ہو تو نہیں اس کا کچھ شمار
کم ہو اگر تو جیب سے اپنے رقم ملائیں
زائد رقم ہو جتنی خوشی سے ڈکار جائیں
چندہ وصول کرنے کی راہیں نکل پڑیں!
لے کر رسیدیں ٹولیاں یاروں کی چل پڑیں!
ہر ایک عہدہ دار تھا مصروفِ اہتمام
ہر شخص پیش کرتا رہا شاعروں کے نام
طے یہ ہوا کہ صرف گلے باز آئیں گے
جتنے بھی سامعین ہیں سب جھوم جائیں گے
خوش فکر و خوش خیال بھی ہوں خوش گلو بھی ہوں
خوش رنگ و خوش جمال بھی ہوں خوبرو بھی ہوں

خط کے سہارے بھیجی گئی دعوت خلوص
لیکن نہ شاعروں سے ملی قیمت خلوص
خط بھیجنے کی، کی گئی اس طرح ابتدا
کہیے جناب آپ کا کیا ہے مطالبہ
اک شاعرہ نے لکھا ہیں کم دو ہزار بھی
میں نے بجھا دیا ہے چراغِ خمار بھی
اک خط میں لکھ کے آیا میاں تین پانچ کیا
اٹھارہ سو ہے فیس مری سچ کو آنچ کیا
اک شاعر جواں نے لکھی خوب تر یہ بات
بس تیرہ سو، اداؤں کے چھ اور چمک کے سات
لکھتا تھا کوئی رشک فنا جانئے مجھے
اُن سے مطالبے میں سوا جانئے مجھے
آواز میری ہوتی نہیں ہے کہیں سے پست
برکھا کو دے چکا ہوں کئی بار میں شکست
سُر تال بے مزا ہو گوراہ نہیں مجھے
لکھتا ہے بارہ سو وہ جو سمجھا نہیں مجھے
اک شاعر حسیں نے یہ لکھا تھا ناز سے
آنا پڑے گا مجھ کو ہوائی جہاز سے
مجھ پر عنایتیں ہیں خدائے کریم کی!
آواز میں ہے میری جوانی شمیم کی!

تحریر یہ تھی شاعرہ نیک ذات کی
دو دو ہزار لیتی ہوں ایک ایک رات کی

تھا جس کا جو مطالبہ منظور ہوگیا
رقمیں تمام آگئیں غم دور ہوگیا

اک شاعرہ جو چیخی تو آواز پھٹ گئی
اک منچلا پکارا کہ کھٹیا الٹ گئی

ہر شاعر اتفاق سے ناکام ہوگیا
ہر نیک نام شہر میں بدنام ہوگیا

پھر ناظم مشاعرہ کچھ یوں کھسک گیا
شاعر کو اک ٹکا بھی کسی سے نہ مل سکا

"ماروتی کار"

مانگ کے لایا ہوں اک دوست سے ماروتی کار
اُس کے ابا کو یقیں ہے میرا حال اچھا ہے
میرے جھانسے میں وہ اک روز ضرور آئیگا
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

رشوت کا بازار

دور دورہ ان دنوں بے انتہا رشوت کا ہے
سب یہ کہتے ہیں ہمیں بس آسرا رشوت کا ہے
جس سے جتنی چاہے لے لو در کھلا رشوت کا ہے
ہر جگہ پر گرم یارو معرکہ رشوت کا ہے
جو نہ اترے عمر بھر ایسا نشہ رشوت کا ہے
زندگی میں واقعی سارا مزا رشوت کا ہے

لائق اعزاز، دولت مختصر ہوتی نہیں
اب زر تنخواہ پر خالی بسر ہوتی نہیں
پوری بیگم کی ضرورت عمر بھر ہوتی نہیں
کچھ نہ ہوتا رسم رشوت کی اگر ہوتی نہیں
دور تک پھیلا ہوا اک سلسلہ رشوت کا ہے
زندگی میں واقعی سارا مزا رشوت کا ہے

فرج ٹی وی دیکھئے سب کچھ ہمارے گھر میں ہے
جو بھی شے ہے پیاری پیاری وہ بھی پیارے گھر میں ہے
جتنی رونق ہے وہ رشوت کے سہارے گھر میں ہے
اتنی دولت سچ بتاؤ کیا تمہارے گھر میں ہے

یہ گھڑی رشوت کی ہے اور وہ گھڑا رشوت کا ہے
زندگی میں واقعی سارا مزا رشوت کا ہے
کوئی روتا ہے تو روئے ہم کو کوئی غم نہیں
رقم چاہے جس قدر رشوت میں آئے کم نہیں
بے غرض کردیں کسی کا کام ایسے ہم نہیں
باز رکھے ہم کو رشوت سے کسی میں دم نہیں
اپنی پیشانی پہ لکھا ماجرا رشوت کا ہے
زندگی میں واقعی سارا مزا رشوت کا ہے

”چندہ کھانے کا سلیقہ“

بانیٔ بزم سخن جیب میں رکھ لیتے ہیں
دس ملے تیس کے بدلے میں سخندانوں کو
آخرش طیش میں آکر کہا یہ شاعر نے
چندہ کھانے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

''واہیات'' حکومت

اک شرابی تھا بہت ٹھرے کی عادت سے ملول
توڑنا اُس کے لئے مشکل تھا پینے کا اُصول
حسبِ عادت وہ طوافِ میکدہ کرتا رہا
مفلسی میں بھی وہ مے نوشی کا دم بھرتا رہا
مستقل پیتا رہا، پیتا رہا، پیتا رہا
مار کر بچوں کی اُمیدوں کا حق جیتا رہا
جیب خالی کر کے ساقی کے قدم کو چوم کر
ایک دن وہ میکدے کے در سے نکلا جھوم کر
عالم مستی کا پیمانہ چھلک جانے کے بعد
ہوش قابو میں نہ رہ پایا بہک جانے کے بعد
گالیاں بکنے لگا ظالم حکومت کے خلاف
جو نہ کہنا چاہئے تھا کہہ گیا وہ صاف صاف
اک سپاہی اس کو تھانے میں پکڑ کر لے گیا
پاس داروغہ کے بانہوں میں جکڑ کر لے گیا
پوچھا داروغہ نے کیوں اس کو پکڑ کر لائے ہو
اپنی بے دردی کی رسی میں جکڑ کر لائے ہو

با ادب ہو کر سپاہی نے دیا اپنا بیان
دے رہا تھا یہ حکومت کو مسلسل گالیاں
میں کوئی ناداں نہیں ہوں جو نہ سمجھو اس کی بات
کہہ رہا تھا یہ حکومت کو مسلسل واہیات
باغیوں کی صف میں اس کا نام ہونا چاہئے
جو سبق دے اس کو وہ انجام ہونا چاہئے
ڈانٹ کر بولے دروغہ جی اُٹھاؤ لاٹھیاں
جس قدر بھی ہو سکے اس پر چلاؤ لاٹھیاں
ایک لاٹھی تو کسی صورت شرابی سہ گیا
دوسری لاٹھی میں سب نشہ اتر کر رہ گیا
وہ دروغہ سے مخاطب ہو کے یوں کہنے لگا
اس ستم سے پہلے میریُ بات بھی سنیے ذرا
گالیاں میں نے بکیں اس کا مجھے ہے اعتراف
درحقیقت وہ تھی امریکی حکومت کے خلاف
پھر دروغہ جی نے فرمایا ارے او بدکلام
تو سمجھتا ہے مجھے کیا بے وقوفوں کا امام
تری یہ ہمت کرے ہے مجھ کو بہلانے کی بات
میں نہیں واقف حکومت ہے کہاں کی واہیات

آٹھواں شوہر

کنوارے بوڑھے نے شادی کی ایسی عورت سے
کسی طرح بھی جو کچھ کم نہ تھی قیامت سے
نصیب والی تھی چھ شادی کر چکی تھی وہ
اب اپنے ساتوے شوہر کی زندگی تھی وہ
کچھ ایسا ساتواں شوہر بھی ہوگیا بیمار
یقیں تھا سب کو کہ یہ بھی اجل کا ہوگا شکار
یہ بات سوچ کے عورت غریب رونے لگی
پچھاڑ مار کے ہوش و حواس کھونے لگی
غموں کی اوٹ سے اُس نے کہا یہ شوہر سے
بتاؤ تم مجھے کس کے سہارے چھوڑ چلے
یہ سن کے بول اُٹھا اس سے بے زباں شوہر
سکون بخشے گا تم کو اب آٹھواں شوہر

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

مستی بھری آنکھوں کو بھی نم کرتے رہیں گے
گر یہ بھی ستم ہے تو ستم کرتے رہیں گے
ذکر لب و رخسار و صنم کرتے رہیں گے
پڑھ پڑھ کے غزل بیوی پہ دم کرتے رہیں گے
ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

کچھ دل میں ہمارے نہیں بیوی کی محبت
ماں باپ کی وہ جا کے کرے میکے میں خدمت
ماہانہ پڑے گی بخدا جتنی ضرورت
بیگم کو روانہ وہ رقم کرتے رہیں گے
ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

گھروالوں کی کچھ فکر ہمیں اور نہ گھر کی
الجھاؤ میں ہم نے نہ کبھی عمر بسر کی
پرواہ نہیں کچھ بھی ہمیں لخت جگر کی
اب تک جو کیا ہے وہی ہم کرتے رہیں گے
ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

روتا ہے ہمارے لئے بچہ تو ہمیں کیا
چولہا کبھی گھر میں نہیں جلتا تو ہمیں کیا
ہوتا ہے اگر روز ہی فاقہ تو ہمیں کیا
ہم رابطہ اک ایک سے کم کرتے رہیں گے
ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

غالب کی روایات میں ترمیم کریں گے
لکھ لکھ کے غزل اوروں کو تقسیم کریں گے
استادِ جہاں سب ہمیں تسلیم کریں گے
ہر طالب شہرت پہ کرم کرتے رہیں گے
ہر پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

ڈاکوؤں کی کانفرنس

میں نے کل اک خواب دیکھا جو کبھی دیکھا نہ تھا
سچ اگر پوچھو تو یارو سو کے بھی سویا نہ تھا
اجنبی سے شہر میں پیہم رہا مصروف سیر
ایک اک ذرہ جہاں کا تھا میری نظروں میں غیر
رُک گئے اک قصرِ نو کے سامنے میرے قدم
ایک بینر پر نظر آئی عبارت یہ رقم
اس جگہ پر طالبانِ امن کی ہے بزم عام
قوم کی اصلاح کی خاطر ہے سارا اہتمام
بانیانِ بزم ہیں چمبل کے سارے راہ زن
ہر قدم جنکا ہوا کرتا تھا کل تک دل شکن
آج ہر رہ زن کرے گا کھل کے دنیا سے خطاب
خود اُٹھائیں گے سب اپنے کارناموں سے نقاب
پھر کریں گے زیب تن پہ رہنماؤں کا لباس
سب کے دل سے آج مٹ جائے گا ہر خوف و ہراس
پہلے صدرِ محترم نے خود ہی اک تقریر کی
اور فرمایا کہ جب تھا مجھ کو ذوقِ رہزنی

میری نظروں میں کوئی بھی جان کی قیمت نہ تھی
اک عروس نو کے بھی ارمان کی قیمت نہ تھی
میری گردن پر ہے جانے کتنے معصوموں کا خون
قتل اور غارتگری کا بھی رہا برسوں جنون
مجھ کو اپنے کارناموں پر ہمیشہ ناز تھا
کیا کہوں اپنے جنوں پر مجھ کو کتنا ناز تھا
جتنے ڈاکو تھے وہاں سب نے یونہی تقریر کی
اپنی گذری زندگی پر سب نے ڈالی روشنی
ایک نے یوں بھی کہا میں رہ زنوں کا ہوں امام
میرے ہاتھوں سے ہوا ہے بستیوں میں قتل عام
تھا پولیس کا ایک جتھ بھی برابر کا شریک
کوتوال شہر بھی کہتا تھا ہے یہ کام ٹھیک
سرپرستی لیڈروں کی بھی رہی حاصل مجھے
چہرہ دکھلاتا رہا ہر بار مستقبل مجھے
لوگ جن کو رہبرانِ وقت کہتے تھے یہاں
درحقیقت وہ میرا اندازِ جفا کچھ اور ہے
روز اول سے مجھے ہے صرف اسمگلنگ کا شوق
باعث شہرت رہا ہے میرا یہ مخصوص ذوق
مستقل بڑھتا رہا میری تجارت کو فروغ
کہہ رہا ہوں جو خدا شاہد نہیں اس میں دروغ

ہے پولیس کی مخبری کرنا میرا اک اصول
جانتے ہیں سب یہاں میں نے کھلائے ہیں جو پھول
میرے کاروبار کی سب کو خدا توفیق دے
یہ تمنا ہے کہ مجھ سے بھی سوا توفیق دے
اپنی اپنی طرز میں ہم کو بُرا کہتے ہیں لوگ
اس سے ہم اچھی طرح واقف ہیں کیا کہتے ہیں لوگ
ہم مبارک باد کے لائق ہیں اس کے باوجود
کیونکہ پوشیدہ نقابوں میں نہیں اپنا وجود
رہبروں کا اب تو ہے ہر ظاہری عالم فریب
پارسا بن کر نہیں دیتے کسی کو ہم فریب
بھولے بھالے لوگ آجاتے ہیں ان کی بات میں
لوٹتے ہیں دن میں یہ ہم لوٹتے ہیں رات میں
ان کے قول و فعل میں ہے رات اور دن کا تضاد
یہ نہیں کرتے خدا کی رحمتوں پر اعتماد
رات دن ان کی ریاکاری کے بنتے ہیں اصول
ان کا دعویٰ ہے غلط ان کی عبادت ہے فضول
رہ زنوں سے مت ڈرو تم پارساؤں سے بچو
لیڈرانِ قوم کی ظالم اداؤں سے ڈرو

آتنک وادی

دین داری کے محافظ ایک مسجد کے امام
ظاہرا میں مولوی اندر سے عورت کے غلام
ایک دن اخبار سے جب یہ خبر ان کو ملی
شہر میں آکر لگی ہے فلم اک کچی کلی
جس میں دکھلائے گئے ہیں مہ جبینوں کے ہجوم
ننگے پن کا ناچ دکھلاتے حسینوں کے ہجوم
سوچتے رہتے تھے یہ پہروں بحالِ اضطراب
کیسے دیکھا جائے آخر جاگتی آنکھوں سے خواب
شہر بھر میں ہیں مجھے پہنچاننے والے بہت
ہوں گے مجھ کو تو وہاں بھی جاننے والے بہت
چاک ہو جائے بزرگی کا نہ پردہ ہی کہیں
کیا کروں میری سمجھ میں تو کچھ آتا ہی نہیں
غور کر کے آخر اک دن فیصلہ کر ہی لیا
اوڑھ کر برقعہ سنیما کی طرف کا رخ کیا
ہال میں جاتے ہی بتی ہال کی گل ہوگئی
حسن کے جلووں میں چشم شوق جیسے کھوگئی
حسن کے رنگیں نظاروں کا مزا لینے لگے
باغِ ارماں کی بہاروں کا مزا لینے لگے

ایک زندہ دل جواں بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس
برقع والی جان کر جو آگیا تھا ان کے پاس
تھی سنیما حال میں حالانکہ بے حد بھیڑ بھاڑ
پھر بھی موقع دیکھ کر کرنے لگا وہ چھیڑ چھاڑ
ایسی گستاخی پہ گھبرائے وہ مولانا بہت
اس کمینے پن پہ جھنجھلائے وہ مولانا بہت
اپنے چہرے پہ پڑا پردہ ہٹانا ہی پڑا
اور اندر سے ہیں کیا آخر بتانا ہی پڑا
نوجواں پر ان کی جب ظاہر حقیقت ہوگئی
فلم کا منظر بدل جانے کی صورت ہوگئی
ہال سے فوراً اٹھا پہنچا درُوغہ جی کے پاس
اور پھر گویا ہوا ان سے بصد خوف و ہراس
ہال میں چلئے کہ ایک آتنک وادی ہے جناب
منہ پہ اس نے ڈال لی ہے عورتوں کی سی نقاب
اتنا سننا تھا پولیس حرکت میں آئی اور پھر
مچ گئی بھگدڑ تو مولانا گئے مجمع میں گھر
لاٹھی جوتوں اور سنگینوں سے چھلنی ہوگئے
جیل کی زینت بنے مولانا قیدی ہوگئے
فلم کی خاطر ملا آتنک وادی کا خطاب
ملا جی پہ پڑ گیا اللہ کا آخر عذاب

امیدوار

ذرا دیکھ لو کیا سے کیا ہو گیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہو گیا ہوں
کروں گا نہ مایوس میں غم زدوں کو
کھلاؤں گا کھانا میں فاقہ کشوں کو
خوشی دوں گا میں بے کسوں بے بسوں کو
دلاؤں گا میں نوکری دوستوں کو

غریبوں کا میں آسرا ہو گیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہو گیا ہوں
کسی کو میں لوٹوں یہ عادت نہیں ہے
کسی سے بھی اب مجھ کو نفرت نہیں ہے
غلط کار لوگوں کی صحبت نہیں ہے
بتاؤ کہاں میری عزت نہیں ہے

گنہگار تھا پارسا ہو گیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہو گیا ہوں
تمنا میں ووٹوں کی آیا ہوا ہوں
فقط ووٹ میں آپ کے چاہتا ہوں
خدا کی قسم، ہر گھڑی آپ کا ہوں
غلط کہہ دیا ہے کسی نے بڑا ہوں

کبھی تھا بُرا، اب بھلا ہوگیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہوگیا ہوں

مری جیت ہے آپ کی اک نظر پر
بلندی کی جانب سے قسمت سفر پر
ہر اک لیڈر آتا ہے ہر روز گھر پر
منسٹر کا سایہ بھی ہے میرے سر پر

حریفوں کے حق میں بلا ہوگیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہوگیا ہوں

مجھے کامیابی کا سہرا عطا ہو
مجھے سرخروئی کا تحفہ عطا ہو
میں قطرہ سہی مجھ کو دریا عطا ہو
محبت کے دامن کا سایہ عطا ہو

میں اب تو غلام آپ کا ہوگیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہوگیا ہوں

جدھر تم رہو گے اُدھر میں رہوں گا
تمہاری ہی خاطر جیوں گا مروں گا
تمہارے خلاف اب نہ کچھ سن سکوں گا
خدا کی قسم جو کہو گے کروں گا

میں اب آدمی کام کا ہوگیا ہوں
الیکشن میں، میں بھی کھڑا ہوگیا ہوں

انجانہ ڈر

والد سے میکدے میں ملاقات ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی
بزم سخن میں، میں تھا مسلسل جگا ہوا
تھا ذہن بھی ہزل کی دُھنوں میں پھنسا ہوا
کھانا ملا تھا شب نہ سویرے کا ناشتہ
بھولے سے اس کے گھر کی طرف میں چلا گیا
اچھی طرح سے میری مدارت ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی
کیا پوچھتے ہو دورِ غریبی کا ماجرا
حد سے بڑی جو بھوک نقاہت سے گر پڑا
دامن تھا تار تار گریباں پھٹا پھٹا
اس کی گلی کے لوگوں نے مجنوں سمجھ لیا
بچوں کی ایک فوج میرے ساتھ ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی
افسوس آرزو پہ میری اوس پڑگئی
آخر وہی ہوا میری دنیا اجڑ گئی
بات اپنی کچھ بنی تو بہت کچھ بگڑ گئی
وہ خود ہی مجھ سے شادی نہ کرنے پہ اڑ گئی

جیتے میرے رقیب مجھے مات ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی

کل رات جا پڑا میں اچانک تلک نگر
تھے راستے میں میری کئی سالیوں کے گھر
جلوے بھی دے سکے نہ مجھے دعوت نظر
جی چاہتا تھا پھولوں کی برسات ہو مگر
بدقسمتی سے جوتوں کی برسات ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی

اچھی طرح جو عشق میں برباد ہوگیا
ہر ایک قید فکر سے آزاد ہوگیا
آخر کو میکدے ہی میں آباد ہوگیا
میں مادرِ شراب کا داماد ہوگیا
ساری حیات نذرِ خرابات ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی

بیوی نے میری مجھ سے کہا میرے پاپولرؔ
شمع سخن سے دل نہ جلا میرے پاپولرؔ
ہے وقت اب بھی ہوش میں آ میرے پاپولرؔ
ان شاعروں سے خود کو بچا میرے پاپولرؔ
پھر شاعروں سے رات ملاقات ہوگئی
میں جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی

دھکّا

اک بدنصیب ماں کا مقدر جو پھر گیا
اکلوتا بیٹا اس کا سمندر میں گر گیا
ماں چیخنے لگی کہ خدارا کوئی بچائے
ہے مری زندگی کا سہارا کوئی بچائے
دم بھر میں ایک بھیڑ کنارے پہ لگ گئی
اک دوسرے کو تکنے لگے سورما کئی
لیکن کوئی بھی شخص جسارت نہ کرسکا
معصوم کو بچانے کی ہمت نہ کرسکا
بچے کی ماں بلکتی رہی چیختی رہی
طاری مگر ہر ایک پہ اک بے حسی رہی
مجمع سے ایک بوڑھا سمندر میں جا پڑا
لوگوں نے شور کر کے بڑھایا جو حوصلہ
کم زور بازوں پر اپنے سنبھال کر
بچے کو بوڑھا پانی سے لایا نکال کر
بچے کی ماں نے بوڑھے بہادر سے یہ کہا
بیٹے کی مرے جان بچانے کا شکریہ

بچہ نکال لانے کی اس کو نہ تھی خوشی
چہرے پہ بوڑھے شخص کے ناراضگی سی تھی
عورت کے شکریہ پہ وہ کچھ اس قدر سڑا
میداں میں جیسے ریس کا گھوڑا بدتک پڑا
بچے کی ماں سے بوڑھے نے غصے میں یہ کہا
کاہے کا شکریہ مجھے اب اُس کا دوپٹہ
لچا لفنگا چور اچکا وہ کون تھا
جس نے دیا تھا بھیڑ میں دھکا وہ کون تھا

"خلد کا اُمیدوار"

تھی لگی جنت کے دروازے پہ اک لمبی قطار
سب سے پہلا آدمی تھا خلد کا اُمیدوار
یک بیک دربانِ جنت نے کیا اُس سے سوال
کون سا حسن عمل آیا ہے تم کو ساز گار
کون سی نیکی کے بدلے میں تمھیں جنت ملے
کیوں تمھیں جانے دیا جائے بصد عزو وقار
آخر اُس نے سخت مایوسانہ لہجے میں کہا
ایک شادی کر کے ساری عمر تھا میں دلفگار
یہ حقیقت جان کر دربان نے اس سے کہا
واقعی تم نے اُٹھائی ہوگی سختی بے شمار
اب مبارک باغِ جنت کی بہاریں ہوں تجھے
تجھ پہ ہو نازل ہمیشہ رحمتِ پروردگار
دوسرا اک شخص اُس کے بعد جو لائن میں تھا
جانب دروازۂ جنت، ذرا آگے بڑھا
اُس نے سوچا میں نے کی ہیں عمر میں دو شادیاں
زندگی میں دکھ سہے ہیں میں نے بھی بے انتہا

ایک شادی میں وہ پہلا شخص جنت پا گیا
دوگنا ہے اس سے زیادہ خلد پر تو حق مرا

اُس نے پھر تفصیل سے اپنا سنایا ماجرا
یعنی اپنا واقعہ دربانِ جنت سے کہا

سن کے یہ دربان جنت نے کہا دیوانہ ہے
کیا تو جنت کو سمجھ بیٹھا کہ پاگل خانہ ہے

"جھوٹا دعویٰ"

بھیڑ تھی فٹ پاتھ پر اور اک پہلوان جواں
کر رہا تھا اپنے کرتب سے سبھی کو شادماں
دیکھتے تھے لوگ اس کے کارنامے غور سے
اور خوش ہو کر بجاتے تھے مسلسل تالیاں
ایک لیموں لے کے اُس نے یوں نچوڑا زور سے
اک قطرہ بھی نہ اُس میں رہ سکا رس کا گماں
فاتحانہ اُس نے نظریں ڈال کر سب سے کہا
اور رس اس سے نچوڑے ہے کوئی ایسا یہاں
مرا وعدہ ہے کہ میں ہو جاؤں گا اُس کا غلام
اک قطرہ کوئی کردے گا اگر رس کا عیاں
بھیڑ سے آگے آیا اک دبلا پتلا آدمی
لے کے لیموں سب کو دکھلانے لگا تاب و تواں
ایک کیا دو تین قطرے رس کے باہر آگئے
دیکھ کر یہ محو حیرت ہو گیا وہ پہلواں
اُس نے پوچھا یہ تو بتلاؤ تم آخر کون ہو
اُس نے فرمایا کہ انکم ٹیکس آفیسر میاں

ملاجی کی بیوی کا جواب

چوتھی شادی کر کے ملاجی بہت شاداں ہوئے
اپنی قسمت کی بلندی دیکھ کر نازاں ہوئے
یوں جوانوں کی طرح لائے دُلہن کو ساتھ میں
آگئی ہو جیسے سلطانہ کہیں کی ہاتھ میں
پہلے ہی دن سارے گھر کا جائزہ اس نے لیا
اپنے شوہر کی نظر کا جائزہ اس نے لیا
چار کیلیں خاص کمرے میں نظر آئیں اُسے
تین کیلوں پر دُوپٹے بھی نظر آئے ٹنگے
ملاجی سے اُس نے پوچھا یہ ڈوپٹے کس کے ہیں
یہ ہے کس کس کی نشانی یہ عطیے کس کے ہیں
ملاجی نے یوں دیا اس کے سوالوں کا جواب
اے میری پیاری دُلہن اے آفتاب و مہتاب
بیگمات سابقہ جو اس جہاں سے اُٹھ گئیں
یہ دوپٹے ہیں انھیں کی یادگارِ دل نشیں
جب تم اس دنیا سے اُٹھ جاؤ گی اے جانِ جہاں
تب تمہارا بھی دوپٹہ ٹانگ دوں گا میں یہاں
بولیں بیگم موت کے پنجے میں شوہر آئے گا
اب دوپٹہ کا نہیں ٹوپی کا نمبر آئے گا

شکاری

مرے یاروں میں ہوا کرتے ہیں چرچے مرے
میرا فن وہ ہے کہ قائل ہے زمانہ میرا
اپنے بچے سے یہ کہتا تھا شکاری اکثر
کبھی خالی نہیں جاتا ہے نشانہ میرا
بچے کے ساتھ وہ اک روز چلے بہرِ شکار
اپنا فن بچہ کمسن کو دکھانے کے لئے
تیر کا رخ کیا اڑتے ہوئے بگلے کی طرف
وہ پشیماں ہوئے ناکام نشانے کیلئے
اپنے ناکام نشانے پہ جو شرمندہ ہوئے
اپنے بچے سے کہا جھینپ مٹانے کیلئے
مردہ بگلا بھی فضاؤں میں اُڑا کرتا ہے
پہلی بار آج یہ دیکھی ہے کرامت میں نے

ٹھلوے کی شادی کا اشتہار

برائے رشتہ اک میری نظر میں اشتہار آیا
خیال اس کا مجھے رہ رہ کے دل میں بار بار آیا
مزے کی بات تھی اس واسطے چپکی رہی دل میں
سناتا ہوں میں شعری پیرہن دیکر وہ محفل میں
لکھا تھا لڑکا آوارہ بھی ہے اور بد چلن بھی ہے
مگر وہ قدردانِ حلقہ اہلِ سخن بھی ہے
وہ اکثر راستے میں چھیڑ کرتا ہے حسینوں سے
مگر وہ دور رہتا ہے سبھی پردہ نشینوں سے
بُرے لوگوں میں حاصل ہے بہت اونچا مقام اس کو
مگر آتا ہے اپنے سے بڑوں کا احترام اس کو
وہ پاکٹ مار بھی ہے اور جواری بھی شرابی بھی
مگر ہے خوبیوں کا آئینہ اس کی خرابی بھی
مزے لے لے کے اکثر فلمی گانے خوب گاتا ہے
حسینوں کے تصور میں حسینوں کو سناتا ہے
وہ پیشِ آئینہ، ہر وقت بنتا ہے سنورتا ہے
وہ ہپی ہے بڑے بالوں پہ اپنے ناز کرتا ہے

پہنتا ہے وہ نیتاؤں میں کھدر کا لباس اکثر
برائے مشورہ آتے ہیں ڈاکو اس کے پاس اکثر
بہت چالاک ہے اس کی وزیروں تک رسائی ہے
کہاں ہر ایک کو حاصل جو خوبی اس نے پائی ہے
نہ لمبا ہے نہ ٹھنگنا ہے نہ دُبلا ہے نہ موٹا ہے
خصوصی بات یہ بھی ہے کہ بے پیندی کا لوٹا ہے
کسی کا کام اچھا بھی اسے اچھا نہیں لگتا
شرافت نام رکھنا بھی اُسے اچھا نہیں لگتا
برائی ہو کوئی بھی نام دیتا ہے بھلائی کا
وہ ڈنکا پیٹتا ہے ہر جگہ اپنی رسائی کا
وہ اکثر حسن کے بازار میں چکر لگاتار ہے
کبھی ٹھمکے لگاتا ہے کبھی سیٹی بجاتا ہے
وہ مکاری میں یکتا ہے فریبی اور جھوٹا ہے
کسی کو اس نے مارا ہے کسی کو اس نے لوٹا ہے
غزل غالبؔ کی اپنے نام سے اکثر وہ پڑھتا ہے
وہ اپنے سر کی تہمت دوسروں کے سر یہ مڑھتا ہے
محفل شعر و سخن میں وہ صدارت بھی کرے ہے
اُسے حاصل ہے دولت بھی اسے حاصل ہے عزت بھی
وہ اپنے عیب پر پردہ ہنر کا ڈال دیتا ہے
برائی کر کے وہ اچھائیوں کی داد دیتا ہے

وہ سنجے دت کو اور سلمان خاں کو دوست کہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ ساجن فلم میں بھی دخل میرا ہے
کوئی بھی بزم ہو نام اس کا کنویز میں آتا ہے
مگر پیمنٹ شاعر کا خود اس کے گھر میں آتا ہے
ہزاروں ہیں، گناؤں میں کہاں تک خوبیاں اس کی
کوئی بھی ہو جگہ لے ہی نہیں سکتا یہاں اس کی
دُلہن شایان شان آئے یہی بس اس کی خواہش ہے
جہیز اچھا ہو سسرال اچھی ہو اتنی گذارش ہے

"بجلی چلی گئی"

بیگم یہ کہہ رہی ہیں کہ امریکہ ہی چلو!
لیڈر تو وعدہ کر کے زبانی چلا گیا
اس ملک میں رہا نہیں جینے کا حوصلہ
بجلی چلی گئی کبھی پانی چلا گیا!

غزلیں

فکر شادی کی ہے

زندگی کے لئے اور کیا چاہیئے
روز چندے کا اک سلسلہ چاہیئے

باوفا چاہیئے بے وفا چاہیئے
کوئی ساتھی ہو اچھا براچاہیئے

عشق کے واسطے عمر کی قید کیا
عشق کے واسطے حوصلہ چاہیئے

اس بڑھاپے میں بھی فکر شادی کی ہے
آپ کو آئینہ دیکھنا چاہیئے

عمر کرلوں گا اپنی وہیں پہ بسر
صرف اس کی گلی کا پتہ چاہیئے

جو دُلہن کے لئے خطرۂ جان ہو
ایسی لعنت کا اب خاتمہ چاہیئے

تگڑموں سے جہاں کام بنتا نہ ہو!
سکہِ و زر وہاں پھینکنا چاہیئے

تاکہ اسٹیج کی کچھ تو زینت بڑھے
جیسی مل جائے اک شاعرہ چاہیئے

زُھد کی آڑ میں گل کھلانے ہیں کچھ
پیرہن اک مجھے گیروا چاہیئے
صرف باتوں سے جو مطمئن کر سکے
ایسا نیتا کوئی ڈھونڈنا چاہیئے
ہر طرف امن ہے ہر جگہ چین ہے
اب ڈھونڈورا ابھی پیٹنا چاہیئے
ایک شاعر کی مقبولیت کے لئے
ٹینٹوا شرط ہے ٹینٹوا چاہیئے
بزم میں وہ بھی ہیں ان کی امی بھی ہیں
پاپولرؔ کے لئے اور کیا چاہیئے

پیار کا اظہار

توبہ توبہ پیار کا اظہار ٹیلی فون پر
دوستوں سے کرنا ذکرِیار ٹیلی فون پر!
چار عاشق کر رہے تھے تذکرہ معشوق کا
ایک جیسی گفتگو تھی چار ٹیلی فون پر
رابطہ قائم اگر کرنا ہے اہلِ حسن سے
راستہ پہلے کرو ہموار ٹیلی فون پر
تم رسیور کو اُٹھالینا نہ بھولے سے کبھی
گالیاں بکتے ہیں بدکردار ٹیلی فون پر
شاعروں کے گھر پہ ٹیلی فون ہونا چاہیئے
تاکہ دنیا سن سکے اشعار ٹیلی فون پر
کاش ایسا کارنامہ ہو کوئی سائنس کا
دیکھ لے ہر شخص حسنِ یار ٹیلی فون پر
جب یہ عالم ہو تو سمجھیں پھر حقیقت کس طرح
سامنے اقرار اور انکار ٹیلی فون پر
اس سے مل کر گفتگو کرلو اگر ہے پاس عشق
پاپولؔر اچھی نہیں تکرار ٹیلی فون پر

جبڑا توڑ کر

پاسباں تو رکھ ہی دیتا سر ہمارا توڑ کر
رکھ نہ دیتے ہم اگر ظالم کا ڈنڈا توڑ کر

جذبۂ انسانیت سے اپنا رشتہ توڑ کر
ڈاکوؤں کیا مل گیا شاعر کا جبڑا توڑ کر

کچھ نہ ہاتھ آیا تو پھر اُتنا ہی رنجیدہ ہوا
چور جتنا خوش تھا میرے گھر کا تالا توڑ کر

دیکھتا بیوی کو تھا اور ساس آتی تھی نظر
رکھ دیا جھنجلا کہ میں نے اپنا چشمہ توڑ کر

کیا کہوں تم سے سلوک اپنے کرایہ دار کا
گھر سے نکلا بھی تو ظالم گھر کا زینہ توڑ کر

تیر پھینکا اس نے میری سمت یہ کہتے ہوئے
ہے مزا تو جب نکل جائے یہ سینہ توڑ کر

تیرے انجکشن سے میرا حال پتلا ہو گیا
اب تو ہی اے ڈاکٹر جیسے ہو اس کا توڑ کر

پاپولر میں نے کہا تھا اس سے مت انگڑائی لے
کیا ملا اُس کو بتاؤ گھر کا شیشہ توڑ کر

گلے کی حفاظت

جوان بازو میں طاقت بہت ضروری ہے
ہمارے بچوں کو کثرت بہت ضروری ہے

تری نگاہِ عنایت بہت ضروری ہے
لگی ہو پیاس تو شربت بہت ضروری ہے

اگر ہو خرچ زیادہ قلیل ہو تنخواہ
تو یہ سمجھ لو کہ رشوت بہت ضروری ہے

اُنھیں کوئی بھی نہیں پوچھتا جو بُزدل ہیں
یقین جانئے ہمت بہت ضروری ہے

پولیس والوں کو میرا یہ مشورہ دیدو
کہ پاسباں کی مرمت بہت ضروری ہے

جوان شخص اگر ہے تو کوئی بات نہیں
مگر بڑھاپے میں عورت بہت ضروری ہے

کہیں نہ شانِ ترنم پہ حرف آجائے
میاں گلے کی حفاظت بہت ضروری ہے

تم اپنا عیب چھپانا ہی چاہتے ہو تو پھر
جنابِ شیخ کی دعوت بہت ضروری ہے

سنا یہ ہے کہ زمانے کا غم بھلانے کو
شراب پینے کی عادت بہت ضروری ہے

بناؤ پاپولر اب دوست ٹی وی والوں کو
ہمارے دور میں شہرت بہت ضروری ہے

شیطان آدھا رہ گیا

فتح کرنے کیلیے میدان آدھا رہ گیا
آدھا پورا ہوگیا ارمان آدھا رہ گیا
قرض جتنوں نے لئے تھے ہوگئے سب لاپتہ
شمع کی مانند گھل کر خان آدھا رہ گیا
کانگریس اور جنتا دل میں بٹ گئے صوبے تمام
پھر تو یوں کہیئے کہ ہندوستان آدھا رہ گیا
مانتا ہوں میں کہ تیری میزبانی کم نہ تھی
لوٹ کر پھر کیوں تیرا مہمان آدھا رہ گیا
سرحدوں پر جنگ کا انجام تھا سر پر سوار
ڈر کے مارے فون کا کپتان آدھا رہ گیا
تیرا آدھا کام خود انسان ہی کرنے لگے
کام تیرا اب تو اے شیطان آدھا رہ گیا
آپ کی ایسے میں آخر میں تواضع کیا کروں
آپ کے آئے قدم جب نان آدھا رہ گیا
بارہا میں کہہ چکا اس چور سے ہشیار رہ
تیرے کمرے کا ہر اک سامان آدھا رہ گیا

ناج جتنا تھا وہ سب مکھیا کی بھینسیں چر گئیں
اور کلو رام کا کھلیان آدھا رہ گیا

والدہ راضی ہیں اُن کی اور والد ہیں خفا
اب تو شادی کا میری امکان آدھا رہ گیا

آہ اب تو چار پائی کی بھی گنجائش نہیں
کھینچ گئی دیوار اور دالان آدھا رہ گیا

لڑ جھگڑ کر پاپولؔر وہ اپنے گھر کو چل دیا
شاعری رخصت ہوئی دیوان آدھا رہ گیا

خدا خیر کرے

ایک بیوی کئی سالے ہیں خدا خیر کرے
کھال سب کھینچنے والے ہیں خدا خیر کرے

تن کے وہ اجلے نظر آتے ہیں جتنے یارو
من کے وہ اتنے ہی کالے ہیں خدا خیر کرے

کوچۂ یار کا طے ہوگا سفر اب کیسے
پاؤں میں چھالے ہی چھالے ہیں خدا خیر کرے

میرا سسرال میں کوئی بھی طرف دار نہیں
اُن کے ہونٹوں پہ بھی تالے ہیں خدا خیر کرے

کیا تعجب ہے کسی روز ہمیں بھی ڈس لیں
سانپ کچھ ہم نے بھی پالے ہیں خدا خیر کرے

ایسی تبدیلی تو ہم نے کبھی دیکھی نہ سنی
اب اندھیرے نہ اجالے ہیں خدا خیر کرے

ہر ورق پر ہے چھپی غیر مہذب تصویر
کتنے بیہودہ رسالے ہیں خدا خیر کرے

پاپولرؔ ہاتھ میں کٹا ہے تو بستے میں ہیں بم
بچے بھی کتنے جیالے ہیں خدا خیر کرے

وہ مشاعرہ کوئی اور ہے

ترے فن کے پردے میں جلوہ گر کوئی اور تھا کوئی اور ہے
جو حسین شعر نہ کہہ سکے، وہ میرے سوا کوئی اور ہے
مجھے ان دنوں یہی فکر ہے کہ کدھر نگاہ کرم کروں
مجھے چاہتا کوئی اور ہے مجھے مانگتا کوئی اور ہے
مجھے نوٹ جب ملا بیس کا، تو سمجھ میں خود ہی یہ آ گیا
جہاں دو ہزار کی بات تھی وہ مشاعرہ کوئی اور ہے
تو خلوص دل سے یہ عہد کر، کہ رہے گا ساتھ تو عمر بھر
نہ یہاں مرا کوئی اور ہے نہ یہاں ترا کوئی اور ہے
تو ہے تیرہ بچوں کی ماں تو کیا، ابھی کچھ بڑھے گا یہ قافلہ
بخدا نشاطِ اُمید کا ابھی مرحلہ کوئی اور ہے
ہوا طے جو شادی کا مرحلہ، مرا رنگ روپ نکھر گیا
ہوا آئینے کا جو سامنا مجھے یوں لگا کوئی اور ہے
مجھے اک نجومی نے روک کر یہ یقیں دلایا تھا پاپولرؔ
اُسے چاہتا ہے کوئی اور ہے مجھے چاہتا کوئی اور ہے

مشاعرہ ہوگا

بس ایک ہفتے میں اپنا مشاعرہ ہوگا
ہوا ہے بھابی کے بیٹا مشاعرہ ہوگا

نہ سازو رقص کی محفل نہ بزم قوالی
ہماری شادی میں تنہا مشاعرہ ہوگا

تمہیں بتاؤ گلے باز شاعروں کے بغیر
اگر ہوا بھی تو کیسا مشاعرہ ہوگا

اُٹھیں ہزار صدائیں مشاعرے کے خلاف
ہمارا دعوئٰ ہے ہوگا مشاعرہ ہوگا

بلا بلائے بھی ممکن ہوا تو جاؤں گا
کسی کا ہوگا کہیں کا مشاعرہ ہوگا

جو بدنصیبی سے کل کو ملازمت نہ رہی
شکم کا اپنے سہارا مشاعرہ ہوگا

کیا ہے آنے کا وعدہ بشیر صاحب نے
ہمیں یقیں ہے کہ اچھا مشاعرہ ہوگا

کسی کا جشن ولادت کسی کا یوم وفات
یونہی ہمیشہ ہمارا مشاعرہ ہوگا

سنا ہے باپ بنے گا اب ایک بچے کا
ہمارے سالے کا سالا مشاعرہ ہوگا

ہمارے شہر میں ہیں پاپولر بہت شاعر
سب آئیں تو کئی دن کا مشاعرہ ہوگا

رُسوا ہو گیا نا

ہمارا عشق رُسوا ہو گیا نا
تمہارا خواب پورا ہو گیا نا

کہا تھا میں نے بے پردہ نہ آنا
جہاں میں حشر برپا ہو گیا نا

شب وصل آج باتوں ہی میں گزری
سحر آئی اُجالا ہو گیا نا

یقیناً اس کو شادی راس آئی
وہ دو دن میں توانا ہو گیا نا

سمجھتا تھا جواں اپنے کو واعظ
ہوئی شادی تو بوڑھا ہو گیا نا

رقیبوں کا جو خود ہی سرغنہ تھا
وہ آخر میرا سالا ہو گیا نا

مزاج اس کا ملے کیسے کسی سے
پولیس میں وہ دروغا ہو گیا نا

محبت میں مجھے برباد کر کے
کلیجہ تیرا، ٹھنڈا ہو گیا نا

کہاں سے لائے ہو کالی سی بیوی
اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا نا

نہ کر دنیا میں دنیا کا بھروسہ
بالآخر تو اکیلا ہو گیا نا

ملی شہرت ادب میں پاپولر کو
وہ اب ذرے سے تارا ہو گیا نا

یوسف میاں

رہو گے یونہی ہی بن کے رسوائے جہاں کب تک
زلیخا کی ادا اپناؤ گے یوسف میاں کب تک

گئے تو تھے مگر سسرال سے واپس چلے آئے
بھلا سالوں کی ہم برداشت کرتے گالیاں کب تک

کسی دن چندا خوروں کھل ہی جائے گی حقیقت بھی
ملیں گی تم کو چندے کے سہارے روٹیاں کب تک

حسینوں کیا ہمارے نام سے بھی ہے تمہیں نفرت
پکارو گے ہمیں کہہ کر فلاں ابنِ فلاں کب تک

تو جب انگڑائی لیتا ہے تو شیشے ٹوٹ جاتے ہیں
لیئے جائے گا شیشہ توڑ یہ انگرائیاں کب تک

دلاؤ گے اگر غیرت تو غیرت آہی جائے گی
رہیں گے بھیڑیے بن کر ہمارے شیر خاں کب تک

زمانہ ہنس رہا ہے تم پہ اے بے عقل دیوانو
گلی میں اس کی تڑواتے رہو گے ہڈیاں کب تک

کسی بندے کا گھر دیکھو اگر ہمت ہے کچھ تم میں
خدا کے گھر میں یوں کرتے رہو گے چوریاں کب تک

کبھی کچھ بیچ دیتا ہوں کبھی کچھ بیچ دیتا ہوں
کریں گے میرا گھر برباد آخر مہماں کب تک

بہت گستاخ ہیں میری تمنائیں مگر یارو
کسے معلوم ہے یہ سر کریں گی چوٹیاں کب تک

سزائے گمرہی مل کر رہے گی پاپولر اس کو
نہ آئے گی چھری کے سائے میں بکرے کی ماں کب تک

رقیب روسیہ

مجھے کچھ تو تسلی اے دلِ ناکام ہو جائے
زمانے میں رقیب روسیہ بدنام ہو جائے

ابھی دنیا تو واقف ہی نہیں میری کرامت سے
میں نیبو کو اگر چھو دوں تو یارو آم ہو جائے

محبت کا رچالوں ڈھونگ میں بھی یہ گوارا ہے
اگر شادی پہ آمادہ کوئی گلفام ہو جائے

ابھی تو ناز نخرے اُس کے سب برداشت کرنے ہیں
کھسک جاؤں میں چپکے سے جو میرا کام ہو جائے

میں اپنے دل میں بس اتنی تمنا لے کے آیا ہوں
تمھاری ہی گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

گدھے جتنے ہیں سب اپنی جگہ لیڈر نظر آئیں
سیاست کی وبا اتنی وطن میں عام ہو جائے

اگر میں جانشین حضرت فرہاد ہو جاؤں
بآسانی یہیں پر زندگی کی شام ہو جائے

غزل کے شاعروں کو پاپولر پھر کون پوچھے گا
جو اندازِ سخن میرا جہاں میں عام ہو جائے

ٹن ٹن کا آئینہ

یوں ہوا پر سوار ہے بھیا
آج کل تھانے دار ہے بھیا

اب بھی بے تاج بادشاہ ہیں ہم
بول کتنا اُدھار ہے بھیا

کیسے واعظ نظر ملائے گا
وہ میرا قرض دار ہے بھیا

اس نے وعدہ کیا تھا آنے کا
آج تک انتظار ہے بھیا

اس کو ٹن ٹن کا آئینہ کہہ لو
کیا کہوں کس سے پیار ہے بھیا

کیا گذرتی ہے کیا گذرنی ہے
شکل سے آشکار ہے بھیا

جس کو جتنے پڑیں یہاں جوتے
اس کا اتنا وقار ہے بھیا

آج کل تو ہر ایک نیتا پر
بس الیکشن سوار ہے بھیا

تیس دن بعد جا کے اُترے گا
انتخابی بُخار ہے بھیا

شہر میں کتنی قدر ہے میری
ہر طرف گھیر گھار ہے بھیا

بعد پٹنے کے کیوں ہے فریادی
مار پیچھے پکار ہے بھیا

پاپولر میرٹھی، مزاح نگار
لائق افتخار ہے بھیا

وغیرہ وغیرہ

بنے ہو جو رہبر وغیرہ وغیرہ
ہے شہرت کا چکر وغیرہ وغیرہ

میرے ساتھ خود بیٹھ کر پی چکے ہیں
خمار اور ساغر وغیرہ وغیرہ

نئی اک غزل آج چھیڑی ہے میں نے
قوافی ہیں زر پر وغیرہ وغیرہ

غلط کہہ رہے ہو کہ ہونگے برابر
وسیم اور جوہر وغیرہ وغیرہ

گلے ساونی رت میں ملنے لگے ہیں
ندی اور سمندر وغیرہ وغیرہ

جہاں دیکھئے آج ٹکرا رہے ہیں
مونث مذکر وغیرہ وغیرہ

ترنم کے مارے ہوؤں کو کھلاؤ
دہی اور شکّر وغیرہ وغیرہ

سبھی ایک صف میں نظر آرہے ہیں
گویئے، سخنور وغیرہ وغیرہ

تمہیں شرم کس بات پر آرہی ہے
نہ متلی نہ چکر وغیرہ وغیرہ

صدائیں یہ اُٹھیں میرے شعر سن کر
مکرر سہ کرّر وغیرہ وغیرہ

دکھاتی ہے اب تو نئی شاعرہ بھی
ترنم کا جوہر وغیرہ وغیر

ادب میں بہردور زندہ رہیں گے
جگؔر اور اصغر وغیرہ وغیرہ

میاں پاپولر توڑ کر پھینک بھی دو
یہ مینا یہ ساغر وغیرہ وغیرہ

تازہ اشعار

تازہ اشعار سنانے کیلئے آئے ہیں
ایک نیا رنگ جمانے کیلئے آئے ہیں

ایک مدت سے نہیں جن کی توجہ ہم پر
ان کے ابا کو منانے کیلئے آئے ہیں

اب بہت کم ہمیں آنے لگے دعوت نامے
روٹھے ناظم کو پٹانے کیلئے آئے ہیں

کھول کر ہونٹ نہیں دیتے کبھی شعر کی داد
ہم فقط ہاتھ اٹھانے کیلئے آئے ہیں

ہوٹ جب ہوتا ہے کوئی تو مزا آتا ہے
از گ یوں شور مچانے کیلئے آئے ہیں

فن کے بازار میں دکھلا کے چرایا ہوا مال
بھاؤ کچھ اور بڑھانے کیلئے آئے ہیں

شعر فہمی سے نہیں کوئی تعلق پھر بھی
تیر تنقید چلانے کیلئے آئے ہیں

ہم کسی اور کی غزلوں پہ توجہ کیوں دیں
ہم تو صرف اپنی سنانے کیلئے آئے ہیں

پاپولر ہوگیا دنیائے ادب میں اعجاز
اس کی شہرت کو گھٹانے کیلئے آئے ہیں

دل کانپ گیا

جب بڑھاپے، کا خیال آیا تو دل کانپ گیا
چڑھتے سورج پہ زوال آیا تو دل کانپ گیا

میں نے سوچا تھا اُٹھالاؤں گا اس کو جاکر
اس کے ابا کا خیال آیا تو دل کانپ گیا

مجھ کو سوجان سے تھی اس سے محبت لیکن
جان دینے کا سوال آیا تودل کانپ گیا

اس کے ابا کو تو میں جھیل بھی سکتا تھا مگر
اس کے دادا کو جلال آیا تو دل کانپ گیا

میں نے چھیڑا تھا ذرا اس کو کہ غصہ آئے
جب کڑھائی میں اُبال آیا تو دل کانپ گیا

اس کے دروازے پہ گیا تھا میں کبوتر بن کر
جب شکاری لئے جال آیا تو دل کانپ گیا

ایک دو ہاتھ کہیں مجھ پہ نہ جڑدے آکر
شیخ کو بزم میں حال آیا تو دل کانپ گیا

میں سمجھتا تھا دکھائیگا کوئی خاص ادا
وہ بہاتا ہوا رال آیا تو دل کانپ گیا

خاک سی اڑتی نظر آنے لگی آنگن میں
گھر سے میں اس کو نکال آیا تو دل کانپ گیا

امتحاں دسویں جماعت کا دیا تھا اس نے
بی۔اے۔ایم۔اے کا سوال آیا تو دل کانپ گیا

پاپولر وعظ میں مصروف تھا واعظ لیکن
اپنے ماضی کا خیال آیا تو دل کانپ گیا

ٹماٹر سمیٹ لو

اے سونے والو جاگو یہ بستر سمیٹ لو
اب صبح ہو چکی ہے مقدر سمیٹ لو

آئینہ تم ضرور دکھاؤ اُنہیں مگر
پہلے تمام شہر کے پتھر سمیٹ لو

جنتا کا مال چھین جھپٹ کر نہ لو کبھی
داماد بن کے اُن کا بھرا گھر سمیٹ لو

محبوب کی گلی سے تو جاؤ نہ خالی ہاتھ
کچھ بھی لگے نہ ہاتھ تو پتھر سمیٹ لو

یوسف سمجھ کے مجھ کو کنوئیں میں دھکیل دو
پہلے تم اپنے سارے برادر سمیٹ لو

کرنا ہے آج سر پھرے نیتا کو سُرخرو
منڈی کے پائمال ٹماٹر سمیٹ لو

رسوا نہ کردے کوئی سرِ انجمن تمہیں
اچھا یہ ہے غرور کی چادر سمیٹ لو

اس سے دیارِ غیر میں بہلا رہے گا دل
آنکھوں میں سارے شہر کا منظر سمیٹ لو

ماضی کی یادگار کا عنوان دو اُنہیں
اڑنے سے پہلے ٹوٹے ہوئے پر سمیٹ لو

قطرے یہ آنسوؤں کے نہ مل جائیں خاک میں
دامن بڑھاؤ اور یہ گوہر سمیٹ لو

اس دورِ حشر خیز میں جینا فضول ہے
ممکن جو ہو تو عمر کی چادر سمیٹ لو

میخانے کی فضا سے جو ہے پیار پاپولرؔ
جتنے بھی ٹوٹے پھوٹے ہیں ساغر سمیٹ لو

پاگل ہوگئے

آصف، انور، عارف اور ابرار پاگل ہوگئے
گھور کر اس نے جو دیکھا چار پاگل ہوگئے

شاعری کا بھوت سر پر ہوگیا کچھ یوں سوار
رفتہ رفتہ اپنے سارے یار پاگل ہوگئے

اب کے گلشن میں عجب انداز سے آئی بہار
ہوشمندی کے ضمانت دار پاگل ہوگئے

اُس پہ اس دیوانگی کا کچھ اثر ممکن نہیں
تم دکھادے کیلئے بے کار پاگل ہوگئے

رہ زنی، آتش زنی، غارت گری، قتل و فساد
ہم تو یارو دیکھ کر اخبار پاگل ہوگئے

ہوش کھو بیٹھے ہم آ کر اس کا جلوہ دیکھ کر
لے ہی ڈوبا جذبۂ دیدار پاگل ہوگئے

شیشہ دل پر جو عکس جامِ مے پڑنے لگا
صاحبانِ جبہ و دستار پاگل ہوگئے

جتنے پاگل خانے میں سب پاگلوں سے بھر گئے
اس سے یہ سمجھو کہ کتنے یار پاگل ہوگئے

ناز تھا اپنے وقارِ پارسائی پر جنھیں
پاپولر وہ بھی سر بازار پاگل ہوگئے

مسور کی دال

کوئی گوشت خور نہیں ہوں میں مجھے بس مسور کی دال دے
مجھے دال بھی نہ کھلا سکے تو پھر اپنے گھر سے نکال دے

کبھی تجھ سے ہو نہ سکوں جدا، کوئی ایسی راہ نکالا دے
نہیں تیرے بس میں یہ فیصلہ تو فضا میں سکہ اُچھال دے

مرے اور اُس کے مزاج میں بڑا فرق اور تضاد ہے
یہ مری دُعا ہے کہ اے خدا اسے میرے سانچے میں ڈھال دے

یہ ہے زندگی کوئی زندگی، کہیں آسکوں نہ میں جاسکوں
پروبال جتنے تھے جھڑ گئے مجھے اب نئے پروبال دے

اے مری شریکِ حیات سن، جو ہے کام کرنے کی تجھ کو دُھن
میں کھنگالتا ہوں، یہ پیالیاں، یہ ہے کیتلی تو کھنگال دے

مرے پاپولر تجھے کیا خبر ہیں محبتوں کے اصول کیا
وہ ابھی ابھی ادھر آئے گی سر راہ چارہ تو ڈال دے



بشیر بدر، مصیب الرحمٰن، اعجاز پاپوکر۔ دوحہ قطر ۲۸ اکتوبر 1999ء



گوپی چند نارنگ، جمیل الدین عالی، اعجاز پاپوکر۔ دوحہ قطر 9 جنوری 2002ء



وسیم بریلوی، شریف الحسن نقوی (سابق سیکریٹری اردو اکاڈمی دہلی)، اعجاز پاپولر
شکاگو امریکہ 10 نومبر 2000ء



دوحہ قطر میں جشن امجد اسلام امجد کے موقعہ پر بائیں سے ڈاکٹر پیرزادہ قاسم، اعجاز پاپولر،
عطاء الحق قاسمی، کفایت دہلوی، امجد اسلام امجد، کفیل آزر



اعجاز پاپوکر، احمد ندیم قاسمی صاحب محمد عتیق 10 جنوری 2002ء



کیفی اعظمی، اعجاز پاپوکر، جشن احمد فراز 10 فروری 2000ء



مجروح سلطان پوری، اعجاز پاپولر عالمی اردو کانفرنس پرگتی میدان نئی دہلی میں



فرید نقوی، شہزاد کانٹریکٹر، احمد تنہا قاسو، عبدالطیف کاسو، افتخار جیلانی
مختار نقوی، نوراللہ خاں، اعجاز پاپولر، محمد حفیظ قاضی، مرتضیٰ برلاس، اظہر عنایتی، محمد اسلم جیلانی
بائیں سے نورین قاضی، حنیفہ جیلانی، نوشی گیلانی، ثریا کاسو، انیس انصاری، وحیدہ سلمانی



عمر شریف، اعجاز پاپولر، اظہر جیدی، افضال صدیقی وغیرہ۔ کراچی پاکستان



ناہید صاحبہ علی، اظہر عنایتی، زہرہ صاحبہ، اعجاز پاپولر 4 نومبر 1994ء۔ ڈیلس امریکہ



اداکار، ممبر پارلیمنٹ سنیل دت کے ساتھ



طاہر محمود، اعجاز پاپولر، سابق چیئرمین اقلیتی کمیشن



پروفیسر خالد حسن خاں صاحب، مجروح سلطان پوری، اعجاز پاپولر۔ میرٹھ 10 اکتوبر 1998



شہباز ندیم ضیائی، ولی بجنوری، اعجاز پاپولر، عرفان آعظمی، مجروح سلطان پوری،
انور حسین انور، کیف بھوپالی



پاپولر میرٹھی گوپال داس نیرج، منوج کمار منو۔ پٹھان کوٹ



پاپولر میرٹھی دلچسپ انداز سخن

اکبرالٰہ آبادی کے بارے میں معقول ترین رائے یہ ہے کہ ان کی شاعری پر طنز کی گہری چھاپ ہے، لیکن مزاح کی ہلکی ہلکی چاشنی اس طنز کی تلخی اور ترش کو شیرینی میں بھی بدل دیتی ہے۔ مزاح نگار ور طنز نگار کا کمال فن ہے۔ کہ نشتر کی کاٹ سے بھی درد پیدا نہ ہو اور اگر ہو بھی تو اس میں لذت کا عنصر نمایاں رہے۔ اعجاز پاپولر کے ہاں۔ اکبرالٰہ آبادی کے برعکس، مزاح کا عنصر اس ہلکی ہلکی چھیڑ چھاڑ کے حوالے سے نمایاں ہے۔ جو سماجی اور خانگی رشتوں کے مدو جزر سے قارئین اور سامعین کے دل میں فوری طور پر گھر کر لیتی ہے اور ان کے لب مسکراہٹ کی مختلف منزلوں سے گذرتے ہوئے قہقہوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ طنز کا عنصر ان کے ہاں دبا دبا ہے اور یہ شاید اس لئے ضروری بھی ہے کہ پاپولر میرٹھی "پاپولر" ہیں اور "ان پاپولر" نہیں بننا چاہتے۔ بہر حال سماجی برائیوں اور مجلسی کم ظرفیوں پر یہ طنز جب مزاح کی حدوں سے تجاوز کرتا ہے تو بے اختیار ہم عش عش کر اٹھتے ہیں۔

ستپال آنند

امریکہ





تعارفی خاکہ

نام	:	سیّد اعجاز الدین شاہ
تخلص	:	پاپولر
والد ماجد	:	سیّد نظام الدین شاہ (مرحوم)
تاریخ پیدائش	:	۹/اگست ۱۹۵۶ء
آبائی وطن	:	میرٹھ (یوپی)
شعر گوئی کا آغاز	:	۱۹۷۳ء سے
مشاعروں میں شرکت	:	۱۹۷۶ء سے
پہلا مجموعہ	:	ہنس کر گذار دے ۱۹۹۷ء
غیر ملکی ادبی سفر	:	جدہ، سعودی عربیہ، دوبئی، شارجہ، العین، ابو ظہبی، یو۔اے۔ای، قطر، پاکستان، مسقط، امریکہ۔
رہائش	:	۳۳۳۔ نظام کاٹیج، کرم علی، میرٹھ
فون نمبر	:	0121-531723, 0121-530845
ای میل	:	E mail: popular_meeruthi@hotmail.com